



پاکستان میں

مزائیت کا مستقبل

(سن تصنیف: 1950ء)

تصنیف لطیف

حضرت مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیروان مرزا کے لئے لمحہ فکریہ

پاکستان کی مرزائی اقلیت جو کاویان کے مذہبی نبوت "مرزا امام احمد" کی پیروی ہے اور "احمدی" کہلاتی ہے۔ پاکستان کے داخلی مسائل میں سے ایک نہایت ہی الجھا ہوا مسئلہ ہے۔ جس کے حدود اگر ابھی سے متعین نہ کر لئے گئے تو یہ مسئلہ آگے چل کر مسلمانان پاکستان، دولت پاکستان، حکومت پاکستان اور خود مرزائی قوم کیلئے بہت بڑی مشکلات اور پیچیدگیاں پیدا کرنے کا موجب بن جائے گا۔ پھر ان مشکلات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے جمہوریہ پاکستان اور حکومت پاکستان کو ان سے بہت زیادہ شدید تر ذرائع اختیار کرنے پڑیں گے جو آنے والے وقتوں سے بچنے کے لئے آج آسانی سے اختیار کئے جاسکتے ہیں۔

مرزائیت: جس کے موئے موئے ضد و خال ہم آگے چل کر بیان کریں گے، اپنی پیہوشی کے دن ہی سے امت مسلمہ کے لئے شدید ترین روحانی اور فکری اذیتوں کا موجب بنی رہی ہے۔ اور جب تک وہ اپنے موجودہ معتقدات و تاویلات کو بحال و برقرار رکھتی ہوئی موجود ہے۔ امت مسلمہ کیلئے روحانی اور فکری اذیتوں کا موجب بنی رہے گی اور کسی وقت مادی طاقت حاصل کر کے مسلمانوں کے دینی اور دنیوی شہوں پر ایسی ضرب لگائے گی جس کے زخم کی تلافی کرنے کے لئے مسلمانوں کو بہت کچھ کرنا پڑے گا۔ مرزائیت کے مذہبی معتقدات دین حق اسلام کا کھلا استہزاء ہیں، بلکہ اللہ اور اس کے پیچھے ہوئے نبیوں اور رسولوں (علیہم السلام) اور حضرت جنتی مرتبہ محمد مصطفیٰ ﷺ (باہاننا ہو و امہاننا) کی توہین و تحقیر کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اس امر کے شواہد صاف نظر آ رہے ہیں کہ

مرزائیت کے پیروؤں کی گروہ بندی سیاسی اور تمدنی اعتبار سے پاکستان کے وجود اور اس کے داخلی امن کے لئے ایک مستقل خطرہ رہے جس کی طرف سے تنازع نہ صرف پاکستان کے لئے بلکہ پورے عالم اسلام اور وہاں حق کے لئے بدرجہٴ غایت ضرر رساں ثابت ہو سکتا ہے۔ ہم اسلام کی پاکستان کی، عام مسلمانوں کی اور خود اس فرقہٴ ضالعہ کے لوگوں کی فلاح و بہبود کے جذبہ سے متاثر ہو کر اس موضوع پر قلم اٹھا رہے ہیں۔ ایسا کرنے سے ہمارا مقصد حاشا دکھا یہ نہیں کہ ہم پاکستان کی حدود میں بسنے والی دوقوموں کے درمیان منافرت کے ان جذبات کو ترقی دیں جو پہلے ملی سے طرفین کے دلوں میں موجود ہیں۔ ہمارا مقصد اپنے ملک کے داخلی کوائف کی اصلاح کے سوا اور کچھ نہیں۔ اگر ہم اپنے ہاں کے جمہور کو جن میں مرزائی بھی شامل ہیں، اپنے ارباب حکومت کو اور اصحاب فکر و بصیرت کو ان خطرات سے آگاہ نہیں کرتے جو ہمیں صاف نظر آ رہے ہیں تو ہم ان فرض منصبی سے قاصر رہنے کے مجرم تصور ہوں گے، جو مذہب اور ان صحافت کی جانب سے ہم پر عائد ہوتے ہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ مرزائی جماعت کے لوگ اور ان کے ساتھ دوستی رکھنے والے کچھ فہم اور کوتاہ نظر مسلمان حکومت کے احتسابی دوائز کو ہمارے خلاف حرکت میں لانے کی کوشش کریں گے اور وہ دوائز بھی مرزائیوں کے اور ان کے دوستوں کی تحریک سے متاثر ہو کر ہمیں بااوجہ دبا سبب پریشان کرتے رہیں گے۔ لیکن جانلوں اور کج فہموں کی یہ روش ہمیں "کلمۃ الحق" کے اعلان سے باز نہیں رکھ سکتی۔ ہم جمعوں کر رہے ہیں کہ پاکستان کے لوگوں کو جن میں ارباب حکومت بھی شامل ہیں۔ ان خطرات سے آگاہ کر دینا ضروری ہے، جو ان کی نظروں سے اوجھل ہیں، لیکن ہمیں مرزائی جماعت کے رجحانات و مزائم اور اس کی سرگرمیوں کا جائزہ لینے کے بعد صاف نظر آ رہے ہیں۔

وجہ و تلبیس کے کھیل

مرزائیت: بعض مخصوص عقائد و عوام کی ایک ایسی تحریک ہے جو طرح طرح کی ابلہ فریبوں کے بل پر قائم ہے۔ مرزائیت کے پیروہلہ مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں، دینی امور میں ان سے الگ تھلک رہنا اپنے مذہبی عقیدے کی بنا پر لازمی تصور کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی نمائندوں میں شریک نہیں ہوتے۔ ان کی بیٹیوں کی نماز جنازہ میں شرکت نہیں کرتے، اسلام کے بنیادی ارکان و عقائد میں مسلمانوں کے ہم نوا نہیں۔ حج بیت اللہ پر قادیان کے سالانہ اجتماع کو منع سمجھتے ہیں اور قادیان کے چمن جانے کے بعد پاکستان میں اپنا نیا کعبہ بنانے کی فکر میں ہیں۔ اپنے آپ کو مسلمانوں سے یکسر الگ قوم تصور کرتے ہیں، لیکن مسلمان کہلاتے ہیں۔ "علتہ المسلمین" کو دھوکہ دینے کیلئے بوقت ضرورت اپنے آپ کو مسلمانوں کے سوا و اعظم کے فریبی اشتیاقات رکھنے والے فرقوں یا صلحائے امت میں سے کسی کے ساتھ اپنی نسبت ظاہر کرنے والی جماعتوں میں سے ایک فرقہ یا ایک جماعت ظاہر کرنے لگتے ہیں۔ یہ لوگ ان مسلمانوں کو جو مرزائیت کی حقیقت و ماہیت سے آگاہ نہیں، یہ کبہ کر دھوکہ دیتے ہیں کہ احمدی بھی دوسروں فرقوں کی طرح امت مسلمہ ہی کا ایک فرقہ ہیں یا صوفیائے کرام کے خانوادوں نقشبندی، قادری، سہروردی، چشتی، صابری، نظامی، نوشاہی وغیرہ کی طرح ایک خانوادہ ہیں، جو مرزا غلام احمد سے بیعت کرنے کی بنا پر "احمدی" کہلاتے ہیں۔ بہت سے مسلمان جن کو ان کے بنیادی عقائد اور ان کی عبادت گاہ گروہ بندی کی ماہیت کا صحیح علم نہیں ان کے اس فریب و استدلال کا شکار ہو کر انہیں بھی مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ سمجھنے لگتے ہیں۔ حالانکہ وہ خود اپنے آپ کو ایسا نہیں سمجھتے۔ محض دوسروں کو دھوکہ دینے کے لئے بوقت ضرورت ایسا کبہ دیتے ہیں۔

یہ لوگ یعنی دین مرزائیت کے پیرو اس وقت حکومت کی وفاداری کا دم بھرتے ہیں۔ لیکن اپنے بیٹھوا کو "امیر المؤمنین" قرار دیکر کسی قدر ظاہر اور کسی قدر خفیہ طور پر ایک متوازی حکومت کا نظام رکھتے ہیں۔ مرزائی فرقہ کے لوگ اس حکومت کے بجائے جس کے زیر سایہ وہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اپنے "امیر المؤمنین" کے اطاعت گزار ہیں جو صرف ان کا مذہبی بیٹھوا نہیں، بلکہ سیاسی حیثیت کا امیر بھی ہے یہ لوگ قادیان کو اپنا دینی مرکز و جہرک مقام، سیاسی دار الخلافہ خیال کرتے ہیں۔ جو اب ہندوستان کے قبضہ میں جا چکا ہے، لیکن پاکستان میں "ریوہ" بنا رہے ہیں۔ ان کا امام اور امیر ہندوستان کو احمدیت کے فروغ کیلئے اللہ کی دہی ہوئی وسیع ہیں (مرکز) سمجھتا ہے اور اس کے ساتھ ہی پاکستان کو مرزائیوں کا ملک بنا لینے کی فکر میں ہے۔ یہ لوگ (یعنی دین مرزائیت کے پیرو) مسلمانوں کو کافر اور ان کے اسلام کو مردہ قرار دیتے ہیں اور انہی کی دینی اور فقی اصطلاحیں با تکلف استعمال کر رہے ہیں۔ مرزائے قادیان کو اللہ کا بیٹھا ہوا نبی اور رسول جملہ انبیائے کرام علیہم السلام صلوات اللہ علیہم وعلیٰ آہل بیت علیہم السلام پر ہر طرح کی فضیلت رکھنے والا شخص سمجھتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی کفر و ارتداد اور الحاد بے دینی کے عہم سے بچنے کی خاطر یا لوگوں کو جتنا سے فریب کرنے کی خاطر غل و برود و صوفیائے کرام کے مقامات میر و سلوک وغیرہ کی اصطلاحوں کا سہارا لینے لگتے ہیں۔ فرض مرزائیت دینی اور سیاسی اعتبارات سے دہل و تلمیس کے رنگ برنگے پردوں کا ایک تماشہ ہے جو مسلمانوں کو دینی حیثیت سے نقصان پہنچانے کی غرض سے دکھایا جا رہا ہے۔ مرزائیت کی ہر بات اور ہر حرکت دہل و فریب اور منافقت پر مبنی ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ ان کے حال کی کیفیت مذہبی اور دنیوی حیثیت سے وہی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے قرآن کریم میں منافقوں کا پردہ چاک کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنُوا

وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شِيْعَتِهِمْ قَالُوا لَا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزَؤُونَ﴾ (۱۳۰۲) اور یہ لوگ جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب اپنے شیطانوں میں جاتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو مسلمانوں سے مذاق کر رہے ہیں۔

۲..... "اشاعت دیروز" میں ہم لکھ چکے ہیں کہ مرزائیت دہل و تلمیس کا ایک کھیل ہے۔ جو مسلمانوں کو گمراہ کرنے، انہیں فریب دینے اور مادی حیثیت سے انہیں نقصان پہنچانے کی غرض اور نیت سے کھیلا جا رہا ہے۔

مرزائیت کے متعدد چہرے اور متعدد زبانیں ہیں جن میں سے کبھی ایک کو کبھی دوسرے کو مرزائیت کے پیرو دنیا کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ مرزائیوں کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اللہ کا بیٹھا ہوا نبی اور رسول تھا۔ اس کی نبوت اور رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے اور جو اس پر ایمان نہیں لاتا وہ کافر ہے۔ اور جو اس پر ایمان لائے ہیں وہی مومن کہلانے کے مستحق ہیں۔ صرف یہ ہی نہیں بلکہ مرزائی اپنے مذہب کے بانی کو مسیح موعود، نبی آخر زمان، بڑو گوپال کرشن اور نہ جانے کیا کیا مانتے ہیں۔ اور اس کی ذات کو تمام نبیوں، رسولوں اور جملہ ادیان کی برگزیدہ ہستیوں سے برتر اور بہتر سمجھتے ہیں۔ اس لحاظ سے وہ اپنے آپ کو دوسری ملتوں سے الگ یکسر نئی ملت خیال کرتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے اور خود کو مسلمان ظاہر کر کے دنیوی فائدے حاصل کرنے کے لئے وہ اپنے کو مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ یا ایک جماعت ظاہر کرنے لگتے ہیں۔ ہمارا یہ دعویٰ کہ مرزائی اپنے عقائد کے رو سے اپنے آپ کو مسلمانوں سے جدا کا نہ ملت سمجھ رہے ہیں اور اسی بنیادی عقیدہ کی بنا پر اپنی مذہبی اور سیاسی تنظیم کر رہے ہیں۔ خود ان کے اکابر کے دعووں اور

منافرت و مغایرت کے جذبے کی پشت و گل سے استوار کی گئی ہوں، اس کا مسلمانوں میں مسلمانوں کی طرح گھل مل کے رہنا کس حد تک صحیح، جائز اور قابل برداشت سمجھا جاسکتا ہے؟ تاہم یہ ایک نصوص حقیقت ہے کہ پاکستان کی اسلامی مملکت میں اس قسم کی خطرناک ذہنیت رکھنے والی ایک جماعت موجود ہے جو دینی عقائدات کے لحاظ سے مسلمان کہلانے کے مستحق نہیں اور اپنے آپ کو مسلمانوں سے الگ ایک نئے دین کے پیروؤں کی جماعت سمجھ رہی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی پناہ لینے کیلئے نوکریاں اور عہدے حاصل کرنے کیلئے، ناجائز اثاثہ مٹھیں کرانے کے لئے، دنیوی اور سیاسی فوائد حاصل کرنے کیلئے اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے کیلئے بوقت ضرورت اپنے آپ کو "مسلمانوں میں سے" ظاہر کرنے لگتی ہے۔ ظاہر ہے کہ مرزاہیوں کی یہ منافقانہ دروش مسلمانوں اور مرزاہیوں کے درمیان جذبات و حسد کی گئی اور کشیدگی کو نہ صرف جاری رکھے گی، بلکہ ترقی دہتی چلی جائیگی۔ لہذا دین مرزائیت کے پیروؤں کو سب سے پہلے اپنے مذہبی عقائدات کا معاملہ صاف کر لینا چاہئے اور دہل و تھمس، منافقت، تاویل اور فریب استدلال کے تمام ہتھکنڈوں کو بالائے طاق رکھ کر جنہیں وہ اپنی امت کے ظہور کے وقت سے لیکر استعمال کرتے چلے آ رہے ہیں، واضح اور معین الفاظ میں اعلان کر دینا چاہئے کہ وہ کیا ہیں اور کیا بن کر پاکستان میں رہنا چاہتے ہیں؟ اگر وہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت و رسالت پر ایمان رکھتے ہوئے مسلمانوں سے الگ ایک قوم بن کر رہنا چاہتے ہیں، تو انہیں صاف طور پر اپنی اس خواہش کا اعلان کر دینا چاہئے۔ تاکہ پاکستان کے جمہور اور پاکستان کے آئین و قانون کے نزدیک ان کا مقام معین ہو جائے۔ اگر وہ مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ یا ایک جماعت بن کر رہنے کے خواہاں ہیں تو انہیں اپنے ان عقائد باطلہ سے دست برداری کا حکم کھلا اعلان کر دینا چاہئے جن کی انہیں مسلمان کہلانے کی خاطر طرح طرح کی تاویلیں کرنی پڑتی ہیں۔

مفتشوش ذہنیت اور سیاسی منافقت

گذشتہ صحبت میں ہم دینی اور مذہبی حیثیت سے مرزاہیوں کی منافقانہ دروش پر روشنی ڈال چکے ہیں۔ اور دکھا چکے ہیں کہ اس جماعت کے افراد مذہبی عقیدے کی رو سے اپنے آپ کو مسلمانوں سے ایک الگ قوم سمجھنے پر مجبور ہیں۔ لیکن دنیوی فوائد کے حصول کی خاطر حسب ضرورت خود کو مسلمانوں ہی کے سوا اور اعظم کا ایک فرقہ یا ان میں کی ایک جماعت ظاہر کرنے لگتے ہیں۔ لہذا مذہبی حیثیت سے پاکستان میں ان کے مقام و موقف کی تعین خود ان کیلئے اور مسلمانوں کے لئے ضروری ہے، تاکہ حدیں معین ہو جائیں تو اس مسلسل اور متواتر کشش اور بحث و جدال میں کمی واقع ہو جائے جو مرزائیت کے پیدائش کے دن سے مسلمانوں اور مرزاہیوں کے درمیان جاری ہے اور دونوں قوموں کیلئے اذیت کا موجب بنی رہی ہے۔ آج ہم سیاسی اعتبار سے اس فرقہ کی مفتشوش ذہنیت اور منافقت پر روشنی ڈالتے ہیں۔ جس کی طرف حال ہی میں ملک کے مقتدر اخبارات ایک اچھٹی ہوئی نگاہ ڈالنے پر مجبور ہو گئے تھے۔

مفتی نذیر ہے کہ دین مرزائیت پچھلے دور کی برطانوی حکومت کی سیاسی مصلحتوں کا "خودکاشیہ" پودا ہے۔ جس کا اعتراف خود اس مذہب کے بانی مرزا غلام احمد نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ پچھلی صدی کے دوران میں برطانیہ کی استعمار خواہانہ سیاست کو جس نے زوال پذیر اسلامی ملکوں کو "یونین جیک" کے زیر سایہ لانے کی زبردست ہم جاری کر رکھی تھی۔ اسلامی ملکوں میں جا بجا مسلمانوں کے جذبہ جہاد کا مقابلہ درپیش تھا اور برطانیہ کے وزیراعظم "مسٹر گلڈ سلون" نے پارلیمنٹ میں قرآن کریم کو اپنے ہاتھ میں لیکر یہ کہا تھا کہ جب تک یہ کتاب موجود ہے۔ اس وقت تک برطانیہ کو اسلامی ملکوں پر تسلط جمانے میں

دقتیں پیش آتی رہیں گی۔ اس دور میں انگریز ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی طاقت کو پامال کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ اور اپنے ہوئے اور سبے ہوئے مسلمان دل سے فرنگی حکومت کے استیلا کو برا محسوس کر رہے تھے۔ بعض علماء ہندوستان کو دارالحرب قرار دے رہے تھے۔ ان حالات میں مرزا غلام احمد قادیانی نے مہدی، مسیح موعود، نبی اور رسول ہونے کے دعوؤں کے ساتھ مسلمانوں میں سے ایک ایسی جماعت تیار کرنے کا کام شروع کر دیا جو برطانیہ کی حکومت کو سناہب اللہ آیہ رحمت سمجھے۔ اس کی غیر مشروط و فاداری کا دم بھرے۔ "جہاد ہا سیف" کے عقیدہ کو مذہباً باطل ٹھہرا کر حکام وقت کی خوشنودی حاصل کرے۔ کیونکہ مسلمانوں کا کہنا وہ مذہب تھا جو دنیا میں ہر جگہ برطانیہ کی "استعماری سیاست" کی راہ میں مزاحم ہو رہا تھا اور مسلمانوں کے اسی مذہب سے برطانیہ کی حکومت کو ہندوستان میں خطرہ تھا کہ کہیں یہ مذہب ملک میں پھر ۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی کی ہی کیفیت پیدا نہ کر دے۔ مرزا ایت کے بانی "مرزا غلام احمد قادیانی" نے مسلمانوں کے ان عقائد پر ضرب لگانے کیلئے سرکار انگریزی کی وفاداری اور "جہاد ہا سیف" کے عقیدے کی تہنیت کے حق میں اتنا لڑ بڑھ تصنیف کیا جس سے خود اس کے مطابق پچاس الہامیائیں بھر سکتی تھیں۔ اس نے اپنی تحریروں میں بڑے فخر سے دعویٰ کیا ہے کہ میں نے جہاد کے عقیدہ کی تردید میں اشتہارات چھپوا چھپوا کر روم، شام اور دوسرے اسلامی ملکوں میں بھجوائے۔ صرف یہی نہیں بلکہ مرزا غلام احمد نے دین مرزا ایت کی بنیاد رکھنے کے بعد اپنے مریدوں کی جو کئی فہرست شائع کی اس کی تہذیب میں صاف طور پر یہ لکھ دیا کہ سرکار عالیہ اور اس کے حکام اپنے ان وفادار بندوں کا خاص خیال رکھے اور ان پر ہر طریق سے مہربان رہے۔ مرزا غلام احمد نے سرکار انگریزی کے سامنے گواہی نبوت و رسالت کے لئے "ربوہ" یعنی جائے پناہ قرار دیا اور خدمت سرکار کے جوش میں نہی ہونے کا دعویٰ رکھنے کے باوجود جاسوسی اور منجری کی

رضا کارانہ خدمات سرانجام دیں۔ جو اس کی حسب ذیل تحریر سے ظاہر ہیں، جو اس کی کتاب "تہذیب رسالت" جلد پنجم میں اب بھی موجود ہے۔

"قابل توجہ گورنمنٹ از طرف مجتہم کاروبار تجویز قہطیل جمعہ مرزا غلام احمد قادیانی

طلوع گورداسپور پنجاب!

چونکہ قرین مصلحت ہے کہ سرکار انگریزی کی خیر خواہی کیلئے ایسے نا فہم مسلمانوں کے نام بھی نقشہ جات میں درج کئے جائیں جو در پردہ اپنے دلوں میں برٹش انڈیا کو دارالحرب قرار دیتے ہیں۔ اور ایک جیسی ہوئی بغاوت کو اپنے دلوں میں رکھ کر اسی اندرونی بیماری کی وجہ سے فریضت جمعہ سے منکر ہو کر اس کی قہطیل سے گریز کرتے ہیں۔ لہذا یہ نقشہ اسی غرض کے لئے تجویز کیا گیا، تاکہ اس میں نا حق شناس لوگوں کے نام محفوظ رہیں کہ جو ایسے با ایمان سرشت کے آدمی ہیں اگرچہ گورنمنٹ کی خوش قسمتی سے "برٹش انڈیا" میں مسلمانوں میں ایسے لوگ معلوم ہو سکتے ہیں جن کے نہایت مخفی ارادے گورنمنٹ کے برخلاف ہیں، اس لئے ہم نے اپنی محسن گورنمنٹ کی پہلے نکل خیر خواہی کی نسبت اس مبارک تقریب پر یہ چاہا کہ جہاں تک ممکن ہو ان شریر لوگوں کے نام ضبط کئے جائیں، جو اپنے عقیدے سے اپنے مفسدانہ حالت کو ثابت کرتے ہیں۔ کیونکہ جمعہ کی قہطیل کی تقریب پر ان لوگوں کا شناخت کرنا ایسا آسان ہے کہ اس کی مانند ہمارے ہاتھ میں کوئی بھی ذریعہ نہیں۔ وجہ یہ کہ ایک ایسا شخص ہو جو اپنی نادانی اور جہالت سے برٹش انڈیا کو دارالحرب قرار دیتا ہے۔ وہ جمعہ کی فریضت سے ضرور منکر ہوگا۔ اور اسی علامت سے شناخت کیا جائے گا کہ وہ درحقیقت اسی عقیدہ کا آدمی ہے، لیکن ہم گورنمنٹ میں ادب اطلاع کرتے ہیں کہ ایسے نقشے ایک پہلے نکل راز کی طرح اس وقت تک ہمارے پاس محفوظ رہیں گے جب تک گورنمنٹ ہم سے طلب کرے، ہم امید رکھتے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ حکیم مزاج بھی ان نقوش کو ایک ملکی

راز کی طرح اپنے کسی دفتر میں محفوظ رکھے گی اور بالکل یہ نقشہ جن میں ایسے لوگوں کے نام درج ہیں گورنمنٹ میں نہیں بھیجے جائیں گے۔ صرف اطلاع دہی کے طور پر ان سے ایک سادہ نقشہ چھپا ہوا جس پر کوئی نام درج نہیں فقط یہی مشنوں درج ہے۔ ہمراہ درخواست بھیجا جاتا ہے اور ایسے لوگوں کے نام معہ پتہ و نشان یہ ہیں۔ نمبر شمار..... نام معہ لقب و ہمدہ..... سکونت..... ضلع..... کیفیت.....

مفتشوں ذہنیت اور سیاسی منافقت

قطب ماسبق میں ہم اجمالی طور پر بیان کر چکے ہیں کہ ”دین مرزا برطانیہ کی استعماری سیاست کا ایک خود کاشٹ پودا ہے۔“ یعنی ایک ایسی سیاسی تحریک ہے جو انگریزوں کے مقبوضہ ہندوستان میں ایک ایسی مذہبی جماعت پیدا کرنے کے لئے شروع کی گئی جو سرکار برطانیہ کی وفاداری کو اپنا جزو ایمان سمجھے۔ غیر اسلامی حکومت یا ہا مسلم حکمرانوں کے استیلا کو جائز قرار دے اور ایک ایسے ملک کو شرعی اصطلاح میں دارالحرب سمجھنے کے عقیدہ کا بطلان کرے جس پر کوئی غیر مسلم قوم اپنی طاقت و قوت کے بل پر قابض ہو گئی ہو۔ انگریز حکمرانوں کی قہاریت اور جباریت کو مسلمان از روئے عقیدہ دینی اپنے حق میں اللہ کا بھیجا ہوا عذاب سمجھتے تھے اور ان کی رضا کارانہ اطاعت کو گناہ متصور کرتے تھے۔ انگریز حکمران مسلمانوں کے اس جذبہ اور عقیدے سے پوری طرح آگاہ تھے، لہذا انہوں نے اس سر زمین میں ایک ایسا ”تہذیب“ کھڑا کر دیا جو انگریزوں کو ”اولی الامر منکم“ کے تحت میں لا کر ان کی اطاعت کو مذہباً فرض قرار دینے لگا اور ان کے پاس ہندوستان کو دارالحرب سمجھنے والے مسلمانوں کی بخبری کرنے لگا۔ جس طرح باقہین اپنے خود کاشٹ پودے کی حفاظت و آبیاری میں بڑے اہتمام سے کام لیتا ہے۔ اسی طرح سرکار انگریزی نے دین

مرزاہیت کو فروغ دینے کیلئے مرزاہی جماعت کی پرورش کرنا اپنی سیاسی مصلحتوں کیلئے ضروری سمجھا۔ اور اس دین کے پیروں سے بخبری، جاسوسی اور حکومت کے ساتھ جذبہ وفاداری کی نشر و اشاعت کا کام لیتی رہی۔ ۱۹۱۹ء میں جب مولانا محمد علی جوہر نے خلافت اسلامیہ ترکی کی شکست سے متاثر ہو کر مسلمانوں کو انگریزوں کی قابو چنانہ گرفت سے چھڑانے اور اراض مقدس کو بیسائیوں کے ہاتھ میں جانے سے بچانے کے لئے تحریک احیائے خلافت کے نام سے مسلمانوں کو بیدار کرنے کی مہم شروع کی۔ اور عام مسلمان مولانا محمد علی جوہر اور دیگر زعمائے اسلام کی دعوت و نفیر پر کان دھر کر انگریزی حکومت سے ترک موالات کرنے پر آمادہ ہو گئے تو مرزاہی جماعت نے اس دور کے دانشور کے سامنے ”سپانسانہ“ پیش کرتے ہوئے سرکار انگریزی کو یقین دلایا کہ مسلمانوں کے اس جہاد آزادی کا مقابلہ کرنے کیلئے آپ کے خادم موجود ہیں جو سرکار انگریزی کی وفاداری کو مذہبی عقیدہ کی رو سے اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ ”چودھری ظفر اللہ خاں“ کا سیاسی عروج جسے پاکستان کی حکومت نے اپنا ”وزیر امور خارجہ“ بنا رکھا ہے۔ اس نقطہ سے شروع ہوتا ہے، کیونکہ مذکورہ بالا ”سپانسانہ“ اسی چودھری نے پڑھا تھا، جو اس زمانہ میں ایک معمولی پائے کا وکیل تھا۔ اس ”سپانسانہ“ کی بدولت وہ برطانوی سرکار کی نظروں میں چڑھ گیا جس نے اسے اتنا نواز اتنا نوازا کہ آج پاکستان کی حکومت نے بھی اسے اپنا ”وزیر خارجہ“ بنا رکھا ہے۔ خیر یہ تو ایک تملہ مہتر خد تھا۔ ہم یہ کہہ رہے تھے کہ انگریزی حکومت کے عہد میں مرزاہیوں کی سیاست کا اندازہ تھا۔ جو اوپر مذکور ہوا۔ اس پس منظر کے ساتھ مرزاہیت کو نئے حالات سے دوچار ہونا پڑا، کیونکہ عوامی تحریکیوں نے سرکار انگریزی کو مجبور کر دیا کہ وہ ہندوستان کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے مطالبہ آزادی کے سامنے سر جھکاتے ہوئے بھارت اور پاکستان کی دو آزاد مملکتیں پیدا ہونے دے، یہاں سے بھارت اور پاکستان کے متعلق مرزاہیوں کی منافقانہ سیاست کا

آغاز ہوا۔ جب تک مرزائی جماعت کے اکابر کو اس امر کا یقین نہ ہو گیا کہ پاکستان بن کر رہے گا۔ اس وقت تک وہ ہندوستان کو "اکھنڈ" رکھنے کے حامی بنے رہے، بلکہ مرزائیوں کے دین کا موجودہ پیشوا "مرزا بشیر اللہ بن محمود" اپنے پیروؤں کو حسب معمول اپنے رویاؤں اور الہاموں کے بل پر یہ نکتہ سمجھا تا رہا ہے کہ اکھنڈ ہندوستان "احمدیت" کے فروغ کے لئے اللہ کی دی ہوئی وسیع زمین ہے۔ اس لئے مرزائیوں کو چاہئے کہ وہ اس معاملہ میں ہندوؤں اور عیسائیوں کے ساتھ مشارکت کرتے ہوئے ہندوستان کو "اکھنڈ" رکھنے کی کوشش جاری رکھیں۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ پاکستان تو بن کر رہے گا اور ہندو اور سکھ ان کی مشارکت کو قبول نہ کریں گے تو مرزا محمود نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ "ہم پاکستان کی حمایت اس لئے کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کا حق ہے"۔ اس مقام پر یہ نقطہ نوٹ کر لینے کے قابل ہے کہ "اکھنڈ" ہندوستان کی حمایت کا جذبہ تو مرزا محمود کے رویا اور الہام پر مبنی تھا، لیکن پاکستان کی حمایت کا اظہار و واقعات کی رفتار کا نتیجہ ہے جس کے لئے مرزائیوں کے پاس کوئی رویائی یا الہامی سند موجود نہیں۔

پاکستان میں اس مشتوش ذہنیت کے ساتھ داخل ہونے کے بعد مرزائیوں نے مسلمانوں کے بھیس میں ڈاکوؤں کی ایک منظم جماعت کی طرح اس لوٹ کھسوٹ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، جو قیام پاکستان کے ابتدائی اضطرابی دور میں عام ہو گئی تھی۔ جائز اور ناجائز الاٹ منوں کے بل پر انہوں نے جلد ہی اپنی حالت درست کر لی اور مرزا محمود نے پنجاب کے انگریز گورنر سرفرائس موڈی سے دریائے چناب کے کنارے "روہو" کے نام سے مرزائیت کا نیا مرکز بنانے کے لئے کوڑیوں کے مول زمین کا ایک قطعہ خرید لیا اور نو آبادی کی بنیاد رکھ دی۔ ادھر محمد علی جناح نے جنہیں مہاجر مرزائیوں کی منافقانہ سیاست اور چودھری ظفر اللہ خاں کی پست ذہنیت کے مطالعہ کا موقع نہ ملا تھا، غالباً انگریزوں کی سفارش پر

چودھری ظفر اللہ خاں کو پاکستان کا وزیر خارجہ بنا لیا۔ ان کیفیات نے مرزائیوں کے حوصلے بہت بلند کر دیئے اور وہ اپنے آپ کو پاکستان کے مستقبل کا حکمران سمجھنے لگے، ان کی تنظیمی سرگرمیوں کا رخ ان دو مقاصد کی طرف منعطف ہو گیا کہ اپنی جماعت کو پاکستان کا حکمران طبقہ بنائیں اور مرزائیت کے مرکز قادیان کو ہر ذریعہ سے حاصل کرنے کی کوشش جاری رکھیں۔ پاکستان سے وفا داری، پاکستان کی خیر خواہی اور پاکستان کا استحکام ان کے سیاسی عزائم میں نہ کبھی پہلے داخل تھا، نہ اب داخل ہوا۔ غرض مرزائی پاکستان میں آباد ہونے اور اس کے سایہ عاطفت میں ہر قسم کی آسائشیں اور رعایتیں حاصل کرنے کے باوجود سیاسی اغراض و مقاصد میں ملت اسلامیہ کے سواد اعظم سے اسی طرح الگ کھڑے ہیں، جس طرح وہ مذہبی حیثیت سے الگ ہیں، سیاسی اعتبار سے ان کا لائحہ عمل یہ ہے کہ اپنی تنظیمی طاقت کے بل پر پاکستان کا حکومتی اقتدار حاصل کر لیا جائے اور قادیان کی بستی کو ہر ذریعہ سے حاصل کرنے کی کوشش کی جائے، خواہ اس کی خاطر پاکستان کے کسی بڑے سے بڑے مفاد کو یا پاکستان کو قربان ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ اس نکتہ کی وضاحت ہم آئندہ اقساط میں کریں گے۔

اکھنڈ ہندوستان اور قادیان

پاکستان کے متعلق مرزائیوں کی مشتوش ذہنیت اور سیاسی منافقت تو اسی امر سے ظاہر ہے کہ ان کا موجودہ پیشوا اپنے ایک رویا کی بناء پر "اکھنڈ ہندوستان" کو احمدیت کے فروغ کیلئے خدا کی دی ہوئی ایک وسیع زمین سمجھتا تھا اور شاید اب بھی سمجھ رہا ہو، کیونکہ اس نے پہلے اس خیال یا عقیدہ کی تردید اب تک نہیں کی۔ صرف اتنا کہا کہ اپریل ۱۹۴۷ء تک میں ذاتی طور پر "اکھنڈ ہندوستان" کا حامی تھا۔ لیکن مئی ۱۹۴۷ء میں پاکستان کے "نائب العین"

کا حامی بن گیا۔ اس کے علاوہ قادیان کی ہستی کے ساتھ ان کی مذہبی عقیدت کا معاملہ بھی سیاسی حیثیت سے مرزائیوں کی ذہنیت کو مغشوش رکھنے کی خبر دے رہا ہے کیونکہ مرزائی قادیان کو اسی طرح اپنا قبلہ و کعبہ مقدس مقام اور متبرک اثر سمجھتے ہیں جس طرح مسلمان مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور القدس کو سمجھتے ہیں اور مرزائیوں کا یہ متبرک مقام بھارت کے حصے میں جا چکا ہے، جس کے تحفظ کے لئے وہ ہمیشہ بھارت کی حکومت کے دست نگر اور متنازع رہیں گے۔ مرزائیت کے مرکز کا بھارت کی ہندو حکومت کے قبضے میں ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ مرزائیوں کی مذہبی جان ہندوؤں کی منگھی میں ہے اور اس جان کی خاطر مرزائی بھارت کی ہندو حکومت کی ہر طرح خوشامد اور چالپوسی کرتے رہیں گے۔ اس سلسلہ میں یہ امر ہمیشہ پیش نظر رکھنے کے قابل ہے کہ چودھری ظفر اللہ خاں مرزائی نے پاکستان کا وزیر خارجہ بننے کے بعد بھارت کے ارباب حکومت سے قادیان سے سکھوں کے متبرک مقام "نکانہ" تبادلو کرنے کی بات بیعت کی تھی، جس کا حال انہی دنوں بھارت کے اخباروں نے شائع کر دیا تھا۔ "چودھری ظفر اللہ خاں" کا مدعا یہ تھا کہ "نکانہ صاحب" کا لقب بھارت کو دینے کیلئے پاکستان کی مملکت کا ایک معتد بہ ٹکڑا بھارت کے حوالے کر دیا جائے تاکہ مرزائی قادیان کی ہستی کو حاصل کر لیں۔ مرزائیوں کی یہ خطرناک تجویز حکومت پاکستان کے کسی ہوشمند رکن کی بروقت فراست کے باعث عملی صورت اختیار نہ کر سکی۔ لیکن "چودھری ظفر اللہ خاں" نے "نکانہ" میں سکھ سیوا داروں کی ایک جماعت کو سکھوں کے متبرک مقامات کی دیکھ بھال کی اجازت دے کر بھارت کی حکومت سے پاکستان کے لئے نہیں اور پاکستان کے مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ اپنی مرزائی قوم کے لئے یہ حق حاصل کر لیا کہ مرزائی درویشوں کی ایک تعداد قادیان میں بود و باش رکھے۔

پاکستان کے وزیر خارجہ چودھری ظفر اللہ خاں کے متذکرہ صدر کارنامے کے بعد

یہ حقیقت "الم نشوح" ہو جاتی ہے کہ مرزائی جماعت کے لوگ قادیان کی خاطر پاکستان کا بڑے سے بڑا مفاد بھی قربان کرنے کے لئے آمادہ ہیں، چنانچہ ہر مرزائی نے اپنے پیشوا کو اس مضمون کا تحریری حلقہ نامہ دے رکھا ہے کہ وہ قادیان کے حصول کے لئے ہر قسم کی کوشش اور جدوجہد کرتا رہے گا۔ اس عہد نامہ کے الفاظ بصورت ذیل ہیں:

"ہمارا عہد: میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے قادیان کو احمدیہ جماعت کا مرکز مقرر فرمایا ہے، میں اس حکم کو پورا کرنے کے لئے ہر قسم کی کوشش اور جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس مقصد کو کبھی بھی اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دوں گا اور میں اپنے نفس کو اور اپنے بی بی بچوں کو، اور اگر خدا کی مشیت یہی ہے اولاد کی اولاد کو ہمیشہ اس بات کے لئے تیار کرتا رہوں گا کہ وہ قادیان کے حصول کے لئے ہر چھوٹی اور بڑی قربانی کرنے کے لئے تیار رہیں۔ اے خدا! مجھے اس عہد پر قائم رہنے اور اس کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔"

اظہار یہ عہد نامہ بے ضرر سا نظر آتا ہے اور کہا جائے گا کہ اگر مرزائی اپنے دینی مرکز کو دوبارہ حاصل کرنے کی خواہش رکھتے ہیں اور اس کیلئے ہر قسم کی کوشش جاری رکھتے کا عہد کرتے ہیں تو اس میں حرج کی کوئی بات ہے، ہمارے نزدیک اس میں پاکستان کیلئے اور پاکستان کے مسلمانوں کے لئے حرج کی بات یہ ہے کہ قادیان کے حصول کے لئے ہر قسم کی کوشش کرنے کے ضمن میں ایسی کوششیں بھی آجانی ہیں جو پاکستان اور مسلمانان پاکستان کے مفاد و خطرہ میں ڈالنے والی ہوں۔

مثلاً: مرزائی ایک وقت نکانہ صاحب سے قادیان کا تبادلہ کرنے کیلئے آمادہ ہو گئے تھے۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اور کسی وقت وہ قادیان حاصل کرنے کے لئے کیلئے ہندوؤں

سے ہندوستان کو پھر سے اکٹھا بنانے کی جدوجہد کا سودا کر سکتے ہیں یا بھارت سرکار سے قادیان کی واپسی کا وعدہ لیکر پاکستان میں بھارت کا فتنہ کالم بننے کے لئے آمادہ ہو سکتے ہیں۔ ہمارے نزدیک مرزائیوں کی یہ ذہنیت و کیفیت اس قابل نہیں کہ اسے سرسری طور پر نظر انداز کر دیا جائے۔ ان کے دینی مرکز کی یہ ضعیف اور ان کا خود پاکستان میں رہنا ایسی کیفیات ہیں جو انہیں ہمیشہ پاکستان کا وقار و شہری بننے سے روکتی رہیں گی اور پاکستان کے متعلق ان کی منشوش ذہنیت ہمیشہ انہیں پاکستان کے متعلق سیاسی منافقت کی روش جاری رکھنے پر آمادہ کرتی رہے گی۔

متوازی نظام حکومت

گزشتہ اقسام میں ہم روشن شواہد اور بین دلائل سے دکھا چکے ہیں کہ مرزائیت مذہبی اعتبار سے دہل و پلٹس کے ایسے کھیلوں کا دوسرا نام ہے جو جو بیانات اور فریب استدلال کے بل پر چلے جا رہے ہیں، اس کے معتقدات دین اسلام کے بنیادی معتقدات سے یکسر متعارف اور مسلمانوں کیلئے شرعاً و ایماناً ناقابل برداشت ہیں۔ ہم یہ بھی ثابت کر چکے ہیں کہ مرزائی ازرے عقیدہ مذہبی اپنے آپ کو مسلمانوں سے ایک الگ قوم سمجھتے ہیں۔ لیکن دنیوی فوائد حاصل کرنے کیلئے پہلے بھی اپنے آپ کو مسلمانوں کے سوا اور عظیم کا ایک فرقہ ظاہر کرنے کی منافقانہ کوشش کرتے رہے ہیں اور اب بھی کرتے رہتے ہیں، اسی کے بعد ہم سیاسی اعتبار سے مرزائیت کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے اس امر کو واضح کر چکے ہیں کہ پاکستان کے متعلق مرزائیوں کی ذہنیت منشوش اور ملت اسلامیہ کی سیاسی رفتار کے متعلق ان کی روش صریح منافقت پر مبنی ہے۔ سیاسی اعتبار سے وہ اہل سنت و جماعت مسلمانوں سے الگ اغراض و مقاصد رکھتے ہیں جو کسی نہ کسی وقت

مسلمانوں کے مقاصد سے متصادم ہو کر ہمیں نقصان پہنچانے کا موجب بن سکتے ہیں۔ آج ہم ان کی سیاسی تنظیم کا تجزیہ کر رہے ہیں جو مذہبی تنظیم کے نام پر چھائی جا رہی ہے اور جو پاکستان میں اس کے جمہوری نظام حکومت کے مقابلے میں متوازی نظام حکومت قائم کر چکی ہے۔ یا کر رہی ہے۔

امیر المؤمنین: اس سلسلے میں سب سے پہلی اور سب سے زیادہ اہم حقیقت یہ ہے کہ مرزائیوں نے اپنے مذہبی پیشوا اور اپنے سیاسی لیڈر کو "امیر المؤمنین" کا لقب دے رکھا ہے۔ مسلمانوں کی روایات میں "امیر المؤمنین" کا لقب اس بلند ترین سیاسی مقام کا مظہر ہے جو مہر حاضر کے جمہوری نظام ہائے حکومت میں صدر جمہوریت کو حاصل ہوتا ہے۔ "امیر المؤمنین" کی اصطلاح خاصہ سیاسی اصطلاح ہے جس کا استعمال صرف اسی شخصیت کے لئے حصر ہونا چاہئے جسے مسلمانوں نے خود منتخب کر کے "امیر" یعنی طے شدہ حکومتی اختیارات کا حامل و مجاز بنا دیا ہو۔ مرزائیوں کی طرف سے اپنے پیشوا کیلئے "امیر المؤمنین" کے لقب کا استعمال ہی ان کے اس جمہور ڈھائی کو ظاہر کر رہا ہے۔ وہ پاکستان میں جمہور پاکستان کے مشورے کے بغیر اس کا ایک امیر بنائے بیٹھے ہیں اور "ملت پاکستان" کے نظام حکومت کو باطل سمجھتے ہیں، کسی اسلامی مملکت میں دو ہی اقسام کے شخص اپنے آپ کو "امیر المؤمنین" کہلا سکتے ہیں، ایک وہ جن کے دماغوں میں اختلاف ہو اور اختلاف زمانی کے باعث وہ یہ بھجر رہے ہوں کہ اس جلیل القدر عہدہ پر فائز ہونے کے حقدار وہ ہیں لیکن واقعات نے انہیں ایسا بننے نہ دیا۔ دوسرے وہ لوگ جو ملک کا امر یعنی حکومتی اقتدار غصب کرنے کے خواہشمند ہوں اور اس کے لئے ساز باز و تیاری اور کوشش کرنے کے سلسلہ میں پہلے قدم کے طور پر حکومت موقتہ قائم کر کے خود "امیر المؤمنین" بن بیٹھیں ظاہر ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود کو اس پختہ لوگوں کے

زمرے میں سے نہیں بلکہ ایک عیار آدمی ہے جو پاکستان میں "امیر المؤمنین" بننے کے خواب دیکھ رہا ہے اور مقصد کے حصول کے لئے جمہور پاکستان کے بنائے ہوئے نظام حکومت کے مقابلے میں اپنا الگ نظام حکومت قائم کر رہا ہے۔ تاکہ وقت آنے پر اپنے موقت نظام حکومت کو نافذ کر سکے۔ مرزا چیرال الدین محمود کا "امیر المؤمنین" کہلانا تو کئی انتخابات سے قابل اعتراض بات ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر وہ "امیر المرزائین" یا "امیر الامدین" کا لقب بھی اختیار کرتا تو جمہور پاکستان اور حکومت پاکستان کیلئے یہ دیکھنا ضروری تھا کہ آیا یہ شخص متوازی نظام حکومت چلانے کا مرتکب تو نہیں ہو رہا اور امیر کہلانے کے متعلق اس کی خواہش سیاسی بنیادوں کے ارادوں کی حامل تو نہیں؟

مرزائی تنظیم کارنگ و روغن: صرف یہی نہیں کہ مرزائی اپنے پیشوا کو "امیر المؤمنین" کے لقب سے پکارتے ہیں بلکہ مرزائیوں کے اس امیر نے ایک قسم کا متوازی نظام حکومت بھی قائم کر رکھا ہے جس میں حکومتی نظام کی طرح الگ الگ شعبے اور نظامتیں موجود ہیں۔ نظامت امور داخلہ، نظامت امور خارجہ، نظامت نشر و اشاعت، نظامت امور عامہ، نظامت امور مذہبی وغیرہ کے نام سے مرزائیوں کی اس ادارت کے باقاعدہ شعبے کام کر رہے ہیں اور تمام مرزائی بدبجہ اول اپنے "امیر المؤمنین" اور اپنے نظام حکومت کے تابع فرمان ہیں اور ملکی نظام حکومت کے کاموں میں اسی کے حکم اور اسی کی اجازت سے حصہ لیتے ہیں، ان میں سے کوئی ملکی وزیر بنا لیا جاتا ہے یا کسی بڑے عہدے پر فائز کیا جاتا ہے۔ فوج میں مقرر ہوتا ہے یا کوئی اور ملازمت اختیار کرتا ہے، تو معبود ذہنی کے ساتھ ایسا کرتا ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنے "امیر المؤمنین" کا تابع فرمان ہے جس نے اسے مرزائیوں کے متوازی نظام حکومت کے مقاصد کی پیش رو کی غرض سے ایسا کرنے کی اجازت دے رکھی ہے، یہ بات کہ مرزائی

جماعت کے لوگ بدبجہ اول اپنے "امیر المؤمنین" کے نظام حکومت کے تابع فرمان ہیں، اس امر سے ظاہر ہے کہ مرزائیوں کی حکومت اس شخص کو اپنی تنظیم سے خارج کر دیتی ہے۔ جو "امیر المؤمنین" کی اجازت کے بغیر یا اس کے حکم کی پرواہ نہ کرتے ہوئے پاکستان کی کوئی ملازمت اختیار کر لیتا ہے۔ اس حقیقت کے شواہد کے مرزائیوں کے سرکاری "گزٹ" "الفضل" کی ورق گردانی سے بہت مل سکتے ہیں، مرزائیوں کے اس معبود ذہنی کا ثبوت ڈاکٹر اقبال کے ایک بیان سے بھی ملتا ہے۔ جو انہوں نے ۱۹۳۳ء میں کشمیر کمیٹی کی صدارت سے مستعفی ہونے کے بعد دیا۔ اس بیان میں ڈاکٹر صاحب اپنے استعفیٰ کے وجوہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "بدقسمتی سے کمیٹی میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنے مذہبی فرقہ کے امیر کے سوا کسی دوسرے کی اتباع کرنا سرے سے گنہ سمجھتے ہیں۔ چنانچہ احمدی و کھار میں سے ایک صاحب نے جو میرپور کے مقدمات کی بیرونی کر رہے تھے، حال ہی میں اپنے ایک بیان میں واضح طور پر اس خیال کا اظہار کر دیا۔ انہوں نے صاف طور پر کہا کہ وہ کسی کشمیر کمیٹی کو نہیں مانتے اور جو کچھ انہوں نے یا ان کے ساتھیوں نے اس ضمن میں کیا وہ ان کے امیر کے حکم کی تعمیل تھی۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں نے ان کے اس بیان سے اندازہ لگایا کہ تمام احمدی حضرات کا یہی خیال ہوگا اور اس طرح میرے نزدیک کشمیر کمیٹی کا مستقبل مشکوک ہو گیا۔"

متوازی نظام حکومت

ڈاکٹر اقبال کا تذکرہ المصدر بیان (جو ہم سابقہ قسط میں درج کر چکے ہیں) اس امر کا روشن ثبوت ہے کہ مرزائی جہاں کہیں ہو اور جس نظام کار میں کام کر رہا ہو وہاں بھی اپنے ہی امیر کے حکم پر چلنا ضروری سمجھتا ہے اور وہیں سے احکام حاصل کرتا ہے۔ اس کا

مطلب یہ ہے کہ مرزائی جماعت کے افراد کشمیر کینیٹی میں ہوں یا مسلم لیگ میں وہ ملی سرکاری ملازمت میں ہوں یا پاکستان کی افواج میں، قانون ساز اسمبلیوں میں ہوں یا مجلس وزراء میں ہر جگہ اپنے فرقہ کے "امیر المؤمنین" کے تابع فرمان ہیں۔ اور اس دوسرے نظام کی اطاعت و وفاداری کو جس میں وہ منافقانہ ذہنیت کے ساتھ شلک ہو جاتے ہیں اپنے اس نظام حکومت کی اطاعت و وفاداری کا تابع خیال کرتے ہیں، جو انہوں نے کسی قدر ظاہر اور کسی قدر مخفی حیثیت سے قائم کر رکھا ہے۔ مرزائیوں کے اس ذہنی تحفظ کا نتیجہ یہ ہے کہ مرزائی افسر اپنی سرکاری حیثیت کو مرزائیت کے فروغ اور اپنے متوازی نظام حکومت کے مقاصد کی پیش کر کے استعمال کرتے رہتے ہیں۔ پاکستان کے مرزائی ملازمین کے اس ذہنی تحفظ کے بہت سے ثبوت مہیا کئے جاسکتے ہیں۔ لیکن ہم برائیل تذکرہ اپنے دعوے کی تائید میں صرف چند مثالیں پیش کرنے پر اکتفا کریں گے۔

چودھری ظفر اللہ خاں کی منافقت: سب سے پہلے پاکستان کے وزیر خارجہ چودھری ظفر اللہ خاں ہی کو لیجئے۔ اس شخص پر جناح صاحب نے احسان کیا اور اسے کسی قسم کی عوامی تائید کے بغیر پاکستان کا "وزیر امور خارجہ" بنا دیا تاکہ اقوام متحدہ کی مجلس میں حکومت پاکستان کے زاویہ نگاہ کی وکالت کا وظیفہ ادا کرے۔ راقم الحروف چودھری ظفر اللہ خاں کی قانونی قابلیت اور دیگانہ صلاحیتوں کا بھی چنداں قائل نہیں۔ اور سمجھتا ہے کہ اس کام کے لئے چودھری ظفر اللہ خاں کی یہ نسبت بہتر صلاحیتوں کا کوئی اور شخص مقرر کیا جاسکتا تھا جو اس کام کو احسن طریق سے سرانجام دے سکتا۔ لیکن جناح صاحب کی نگاہ احتیاج چودھری ظفر اللہ خاں پر پڑی۔ چاہے تو یہ تھا کہ یہ بچپنا تاوا مرزائی وکیل وزارت خارجہ کے منصب پر فائز ہو جانے کے بعد اپنی سرگرمیوں کو پاکستان کی خدمت کے لئے وقف کر دیتا، جس کے

خزانے سے وہ بھاری بھری رقم تنخواہ اور الائنس لے رہا ہے، لیکن اس نے اپنے بلند منصب سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے باہر کے ملکوں پر یہ ظاہر کرنے کی کوششیں شروع کر دیں کہ پاکستان میں ایک "امیر المؤمنین" بھی ہے جس کے حکم سے وہ یو۔ این۔ او کی مجلسوں میں پاکستان کے زاویہ نگاہ کی وکالت کرنے پر مامور ہے۔ اور اس کی اجازت کے بغیر وہ عرب ممالک کی مجلس متحدہ کبیر کی اس خواہش کو پورا نہیں کر سکتا کہ انجمن اقوام متحدہ کے دوائز کی تقطیل کے دنوں میں بھی وہیں ظہیرے۔ اور بین الاقوامی سیاسی مجلسوں میں فلسطین کے مسائل کے متعلق عرب ملکوں اور پاکستان کے زاویہ نگاہ کی وضاحت اور نشر و اشاعت کرے۔ چودھری ظفر اللہ خاں کی اس عیارانہ چال سے متاثر ہو کر فلسطین کے عربوں کی انجمن نے مرزائیوں کے "امیر المؤمنین" کی خدمت میں اس مضمون کی درخواست بربان برقی بھیجی کہ "آپ پاکستان کے وزیر خارجہ کو یو۔ این۔ او کے کام کے تعطل کے دوران میں واپس نہ بلائیں بلکہ اسے یہیں رہنے کا حکم صادر فرمائیں"۔ چودھری ظفر اللہ خاں کی یہ حرکت یقیناً اس قابل تھی کہ پاکستان کی حکومت اس سے اس کا جواب طلب کرتی۔ اگر پاکستان میں کوئی حقیقی امیر المؤمنین ہوتا تو اپنی حکومت کے اس وزیر خارجہ سے بھی جواب طلب کرتا اور اس خود ساختہ "امیر المؤمنین" سے بھی پوچھ لیتا جو لاہور کی ایک الٹ شدہ بلڈنگ میں بیٹھ کر حکومت پاکستان کے وزیر خارجہ کے نام احکام صادر کرنے کی جرأت کا مرتکب ہو رہا ہے۔ لیکن ہمیں افسوس ہے کہ ابھی پاکستان کا بنیادی دستور حکومت وضع ہو کر نافذ نہیں ہوا اور اس کے موجودہ ارباب حکومت پیدا نہیں ہوئے جو پاکستان کے متعلق عزائم بردار کھنے والے اور جمہور کے برپائے ہوئے نظام حکومت کے ساتھ میں ایک متوازی نظام حکومت چلانے والے لوگوں کی حرکات کا نوٹس لیں۔

ڈپٹی سیکرٹری اور ڈپٹی کمشنر: مرزاہیت کے فروغ کے لئے سرکاری حیثیت کے استعمال کی ایک انہوش ناک مثال حال ہی میں حکومت پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری شیخ اعجاز احمد اور کراچی کے ڈپٹی کمشنر جن چوہدری محمد عبداللہ خاں برادر اصغر چوہدری ظفر اللہ خاں نے پیش کر دکھائی۔ ۲۰ فروری کو مرزائیوں نے ملک کے متعدد مکانات پر "یوم مصلح موعود" منایا۔ اس روز مرزائیوں نے کراچی کے "خالق دینا بال" میں بھی اپنا ایک تبلیغی جلسہ منعقد کیا۔ اس جلسہ کی صدارت "شیخ اعجاز احمد ڈپٹی سیکرٹری فوڈ اینڈ پارٹنٹ گورنمنٹ پاکستان" نے کی اور اس میں چوہدری عبداللہ خاں ڈپٹی کمشنر نے بھی تقریر کی۔ اپنے مذہبی تبلیغی جلسے میں سرکاری اور حکومت کے بڑے بڑے عہدے داروں کی شمولیت تو ایک حد تک جائز اور قابل غور سمجھی جاسکتی ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں مرزائیوں نے کراچی میں جو "قد آدم" پمپ شائع کئے۔ ان میں جلی قلم سے ان سرکاری عہدے داروں کے نام اور عہدے خصوصیت کے ساتھ درج کر دیئے گئے اور ان دونوں سرکاری عہدے داروں نے جلسہ میں نمایاں اور ذمہ دارانہ حیثیت سے شرکت کی۔ تاکہ لوگوں پر یہ ظاہر ہو کہ حکومت پاکستان سرکاری حیثیت کے استعمال کی اس حرکت پر کراچی کے اخبار "نوروز" نے احتجاج کی صدا بلند کی۔ لیکن مرزائی ایسے احتجاجوں کو کب خاطر میں لاتے ہیں۔ ان کے متوازی نظام حکومت کی ہدایات یہی ہیں۔ کہ پہلے عہدے حاصل کرو اور پاکستان کے نظام ملازمت سرکار میں شملہ ہو جاؤ، پھر اپنی سرکاری حیثیت کو مرزاہیت کے فروغ کے لئے استعمال کر دو تاکہ کسی وقت مرزائیوں کا متوازی نظام حکومت جمہور پاکستان کے اذروئے آئین و قانون قائم کئے ہوئے نظام حکومت کو برطرف کر کے اس کی جگہ خود لے سکے۔

ملازمت کے لئے اجازت کی شرط: متذکرہ مثالیں یہ ظاہر کرنے کے لئے کافی سے زیادہ

ہیں کہ جو مرزائی پاکستان کے سرکاری عہدوں پر فائز ہیں یا سرکاری ملازمتوں میں کام کر رہے ہیں وہ اپنے آپ کو اس نظام حکومت کا ملازم نہیں سمجھتے جس کے فرائض میں سے وہ نکلوا ہیں لے رہے ہیں۔ بلکہ وہ اپنے آپ کو اس متوازی نظام حکومت کا ملازم خیال کرتے ہیں جو مرزائیوں نے الگ قائم کر رکھی ہے، جس کا ایک "امیر المؤمنین" بھی ہے۔ نظارتیں بھی ہیں نکلنے اور شعبے بھی قائم ہیں۔ یہ نظام حکومت اپنی رعایا میں نظم و ضبط قائم رکھنے کے لئے اس قدر متعصب ہے کہ اگر کوئی مرزائی اس نظام حکومت سے اجازت لئے بغیر کوئی سرکاری ملازمت قبول کر لیتا ہے تو اسے جماعت سے خارج کر دیا جاتا ہے اور اس کو مقابلہ کی سزا دے دی جاتی ہے، ایسے حکم کی ایک مثال ہم ذیل میں درج کر رہے ہیں جو مرزائیوں کے سرکاری گزٹ "الفضل" مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۳۹ء کے صفحہ ۳ پر شائع ہوئی۔

وہو هذا۔

"چونکہ شریف احمد گجرانی موافقت زندگی ابن ماسر محمد الدین صاحب لاہور برین تعلیم الاسلام کالج لاہور بغیر اجازت متعلقہ دفتر، ایٹن سکول لاہور میں شیخ ماسر کی ٹریننگ کے لئے داخل ہو گئے تھے۔ ان کے اس فعل پر حضور نے انہیں اخراج از جماعت اور مقابلہ کی سزا دی ہے۔ احباب کی آگاہی کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔" (۱۰۲ اور ۱۰۳ سلسلہ ماہنامہ)

پاکستان کے ارباب حکومت و قیادت کی مخالفت اور کم نگاہی کا نتیجہ ہے کہ مرزائی جماعت نے پاکستان میں آکر پاکستان کے نظام حکمرانی کے مقابلے میں اپنا ایک متوازی نظام قائم کر لیا اور پاکستان کی سرکار کے مرزائی ملازم جو ہر صیغہ اور ہر شعبہ میں بڑے بڑے عہدوں اور کلیدی اسامیوں پر فائز نظر آتے ہیں۔ پاکستانی سرکار کے بجائے مرزائیوں کے اپنے نظام حکومت کے ظاہر اور مخفی احکام پر چلنے لگے۔ پاکستان کے وزیر خارجہ نے تو علی

الاعلان ہر دینی اسلامی ملکوں پر یہ ظاہر کرنا چاہا بلکہ ظاہر کرو یا کہ پاکستان میں ایک "امیر المؤمنین" بھی ہے جس کے حکم اور ہدایت سے وہ پاکستان کی وزارت امور خارجہ کے وظائف ادا کر رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ عربوں کی انجمن نے چودھری ظفر اللہ خاص سے ایک سکس میں قیام کرنے اور مسئلہ فلسطین کے متعلق بین الاقوامی سیاسی حلقوں میں عربوں کے زاویہ نگاہ کی وضاحت کرنے کی جو درخواست کی تھی وہ ان کی پرائیویٹ یا مرزا بنیاد حیثیت سے نہ تھی۔ بلکہ ان کی درخواست پاکستان کے اس وزیر امور خارجہ سے تھی جو انجمن اقوام متحدہ کے دور میں پاکستان کی نمائندگی کرنے پر مامور تھا۔ اس درخواست کے جواب میں چودھری ظفر اللہ خاص کا یہ کہنا کہ مجھے ظہرانے کی ضرورت ہے تو حکومت پاکستان سے نہیں بلکہ "امیر المؤمنین" سے استدعا کرو۔ مرزا بشیر الدین محمود کو پاکستان کا "امیر المؤمنین" ظاہر کرنے کی کوشش نہیں تو اور کیا ہے؟

فرقان بٹالین: اور مجھے مرزائیوں کا متوازی نظام حکومت صرف "امیر المؤمنین" اور مجھے شبہ اور نظارتیں ہی نہیں رکھنا بلکہ اس نے باقاعدہ فوج کی بنیاد بھی رکھی ہے۔ چنانچہ آزاد کشمیر کی افواج میں مرزائیوں کی ایک الگ بٹالین "فرقان بٹالین" کے نام سے قائم ہو چکی ہے۔ جس کو آزاد کشمیر کی حکومت سے اسلحہ گولی بارود، وردی اور راشن مہیا کیا جاتا ہے۔ کہا جائیگا کہ اگر مرزائی اپنے شوق سے کشمیر کے جہاد آزادی میں حصہ لے رہے ہیں تو ان کی الگ "بٹالین" بنادینے میں حرج کی بات ہی کیا ہے؟ لیکن سوال یہ ہے کہ آزاد کشمیر کی حکومت نے مرزائی مجاہدین کو الگ بٹالین بنانے کی اجازت کس بنا پر دی؟ کیا مرزائی دوسرے مجاہدین کی طرح آزاد کشمیر کی افواج میں عام لوگوں کی طرح بھرتی نہیں ہو سکتے تھے؟ ہو سکتے تھے لیکن مرزائیوں کے متوازی نظام حکومت کو اپنی جداگانہ تربیت یافتہ فوج

تیار کرنا مقصود تھا۔ اس لئے مرزائی اکابر نے آزاد کشمیر کی کم نظر حکومت سے "فرقان بٹالین" بنانے کی اجازت حاصل کر لی تاکہ "مرزائی جوان" جنگی تربیت حاصل کر لیں۔ اور جب مرزا بشیر الدین محمود کو کوئی نیا خواب آئے یا وہ کوئی نیا رویہ دیکھنے کا دعویٰ کر بیٹھے تو یہ فوج مرزائیوں کے متوازی نظام حکومت کے کام آسکے۔

صیغہ راز یا خفیہ امور: مرزائیوں کے متوازی نظام حکومت میں مختلف محکمے، نظارتیں اور ادارہ القضا یعنی فیصلے صادر کرنے والے ادارے ہی نہیں بلکہ ان کے ہاں دوسرے حکومتی نظاموں کی طرح "راز" کا ایک صیغہ بھی ہے چنانچہ "الفضل" جنوری کے صفحات ۴۳ پر مقامی امیروں (مرزائی گورنروں) اور مقامی جماعتوں کے پریذیڈنٹوں وغیرہ کے مخالف واقعات کے متعلق جو کلام نامہ شائع کیا گیا۔ اس میں حسب ذیل قواعد کی شقیں بھی موجود ہیں:

"ایسی صورت (یعنی وی بی پاور کے استعمال کی صورت) میں مقامی امیر کا یہ فرض ہوگا کہ وہ ایک باقاعدہ رجسٹر میں جو سلسلہ کی ملکیت تصور ہوگا۔ اپنے اختلاف کی وجوہ ضبط تحریر میں لائے یا اگر ان وجوہ کا اس رجسٹر میں لکھنا سلسلہ کے مفاد کے خلاف سمجھے تو کم از کم یہ نوٹ کرے کہ میں ایسی وجوہ کی بنا پر جن کا اس جگہ ذکر کرنا سلسلہ کے مفاد کے خلاف ہے، کثرت رائے کے خلاف فیصلہ کرتا ہوں۔"

لیکن اس مؤثر الذکر صورت میں مقامی امیر کا یہ فرض ہوگا کہ اپنے اختلاف کی وجوہ تحریر کر کے "بھینڈ راز" مرکز میں ارسال کرے۔"

مرزائیوں کے نظام حکومت کے ان قواعد سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ اس مذہبی جماعت کی بعض باتیں بھینڈ راز بھی ہیں۔ جن کی روداد کو وہ رجسٹر میں درج کرنا خلاف

مصلحت سمجھتے ہیں۔ یہ سب مرزائیوں کی تنظیم کی ظاہری علامات ہیں، جو ثابت کر رہی ہیں کہ اس جماعت کے لوگوں نے ایک متوازی نظام حکومت قائم کر رکھا ہے اور مرزائی جہاں بھی ہے اس نظام حکومت کا تابع اور وفادار ہے اور اس کی ترقی اور تحکیم کے لئے کام کر رہا ہے۔

قادیان کا ایک ظاہر: مرزائیوں کے رہنما، عزائم اور اعمال کو پوری طرح جاننے اور سمجھنے کے لئے ایک نگاہ ان کے ان مصدق کو آف پر بھی اہل لی جائے جو زمانہ قبل از تقسیم کے ایک عدالتی فیصلہ میں شہت ہو چکے ہیں، تو بے جا نہ ہوگا۔ گورداسپور کے سیشن جج نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے مشہور مقدمہ کا فیصلہ لکھتے ہوئے جس میں فاضل جج نے شاہ صاحب موصوف کو مرزائیوں کے خلاف منافرت پھیلانے کے جرم کا مرتکب ٹھہرایا۔ مرزائیوں کی تنظیم پر بھی تبصرہ کیا جس کے ضمن میں اس نے لکھا:

قادیانی مقابلہ محفوظ تھے اس حالت نے ان میں ستمزدانہ فرور پیدا کر دیا۔ انہوں نے اپنے دلائل دوسروں سے منوانے اور اپنی جماعت کو ترقی دینے کے لئے ایسے حربوں کا استعمال شروع کیا جنہیں ناپسندیدہ کہا جائے گا۔ جن لوگوں نے قادیانیوں کی جماعت میں شامل ہونے سے انکار کیا انہیں مقابلہ قادیان سے اخراج اور بعض اوقات اس سے بھی مکروہ تر مصائب کی دھمکیاں دے کر دہشت انگیزی کی فضا پیدا کی۔ بلکہ بسا اوقات انہوں نے ان دھمکیوں کو عملی جامہ پہن کر اپنی جماعت کے استحکام کی کوشش کی۔ قادیان میں رضا کاروں کا ایک دست (والیونٹریز) مرتب ہوا۔ اور اس کی ترتیب کا مقصد غالباً یہ تھا کہ قادیان میں "لمن السلک الیوم" کا نعرہ بلند کرنے کے لئے طاقت پیدا کی جائے۔ انہوں نے عدالتی اختیارات بھی اپنے ہاتھ میں لے لئے۔ دیوانی اور فوجداری مقدمات کی سماعت کی۔

دیوانی مقدمات میں ڈگریاں صادر کیں اور ان کی تعمیل کرائی گئی۔ کئی اشخاص کو قادیان سے نکالا گیا اور یہ قصہ یہاں ختم نہیں ہوتا بلکہ قادیانیوں کے خلاف کئے گئے طور پر اثرام لگا گیا ہے کہ انہوں نے مکانات کو تباہ کیا، جلایا اور قتل تک کے مرتکب ہوئے۔ اس خیال سے کہ کہیں ان الزامات کو اصرار کے تحت ختم نہ سمجھ لیا جائے۔ میں چند ایسی مثالیں بیان کر دینا چاہتا ہوں جو مقدمہ کی شکل میں درج ہیں۔

یہاں چند مثالیں بیان کرنے کے بعد جو عدالت کی رائے میں پایہ اثبات کو پہنچ چکی تھیں اور مسل پر لائی جا چکی تھیں۔ فاضل جج نے لکھا: "یہ نمونوں ناک واقعات اس بات کی من بولتی شہادت ہیں کہ قادیان میں قانون کا احترام بالکل اٹھ گیا تھا۔ آئین شکنی اور قتل تک کے واقعات ہوئے تھے۔ مرزائے کروڑوں مسلمانوں کو جو اس کے ہم عقیدہ نہ تھے شدید دشنام طرازی کا نشانہ بنایا۔ اس کی تصانیف ایک استغف اعظم کے اشراق کا انوکھا مظاہرہ ہیں، جو صرف نبوت کا مدعی نہ تھا بلکہ خدا کا برگزیدہ انسان اور مسیح ثانی ہونے کا مدعی تھا۔"

معلوم ہوتا ہے کہ (قادیانیت کے مقابلہ میں) احکام غیر معمولی حد تک مفقود ہو چکے تھے۔ دیہی اور دیوانی معاملات میں مرزا کے حکم کے خلاف کبھی آواز بلند نہیں ہوئی۔ مقامی افسروں کے پاس کئی مرتبہ شکایت پیش ہوئی۔ لیکن وہ اس کے افسدہ سے قاصر رہے۔ مثل پر کچھ اور شکایات بھی ہیں لیکن ان کے مضمون کا حوالہ دینا غیر ضروری ہے۔ اس مقدمہ کے سلسلہ میں صرف یہ بیان کر دینا کافی ہے کہ قادیان میں جو وہ ستم رانی کا دور دورہ ہونے کے متعلق نہایت واضح الزامات مائدہ کئے گئے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ قطعاً کوئی توجہ نہ ہوئی۔

فصلہ نظر متوازی نظام حکومت بنا کر چلانا مرزائیوں کی پرانی عادت ہے۔ سوال یہ ہے کہ سرکار انگریزی نے تو اپنے خود کاشتہ پودے کی ترقی کے لئے مرزائیوں کو متوازی نظام حکومت بنانے کی کھلی چھٹی دے رکھی تھی۔ کیا پاکستان کی حکومت بھی اس امر کو گوارا کر سکتی ہے کہ مرزائی اس ملک میں پیشہ کر متوازی نظام حکومت چلائیں جو کسی وقت پاکستان کی صحیح حکومت اور پاکستان کے عوام کے لئے طرح طرح کی مشکلات پیدا کرنے کا موجب بن سکتا ہے اور بن کر رہے گا؟

پاکستان کیلئے ایک مستقل خطرہ

ہم نے اقسام باسابق میں "مرزائیت" کے خذ وخال کا جو نقشہ قارئین کرام کے سامنے پیش کیا ہے اور مرزائی جماعت کی تنظیم کا جو تجزیہ کر دکھایا ہے وہ غلوں متحقق پر مبنی ہے۔ اور ایسا کرتے وقت ہم نے کسی قسم کی مبالغہ آرائی، داستان سرائی اور متعصبانہ قیاس آرائی سے کام نہیں لیا۔ ہر دعویٰ کے ساتھ ہم نے محض بریکبیل تذکرہ خود مرزائی اکابر کے اعمال و اقوال کے ناقابل تردید حوالے پیش کر دیئے ہیں۔ انہی بین اور روشن شواہد کی بنا پر ہم نے وہ نتائج اخذ کئے ہیں جو مرزائیت اور مرزائیوں کی تنظیم کے خطرناک رجحانات و عوام کا پتہ دے رہے ہیں۔ اپنی صحافتی ذمہ داریوں کے پیش نظر ہمارا فرض منصبی یہ ہے کہ جمہور پاکستان اور اس کے ارباب فکر و قیادت نیز ارکان و اعضاء حکومت کو اس کیفیت کی طرف توجہ دلائیں جو پاکستان میں دہلی و تلکس اور فریب و مکاری کے پردوں کے پیچھے نشوونما پاری ہے۔ اور اس کا بروقت افساد نہ کیا گیا تو کسی دن پاکستان کو کوئی قسم کے خطرات سے دوچار کرنے اور پاکستان کے باشندوں کے بے طرح جٹلانے آلام بنانے کا موجب بن سکتی ہے۔ بلاشبہ ہم مرزا بشیر الدین محمود یا اس کے باپ کی طرح یہ پیشینگوئی کسی وحی،

الہام، رویا یا خواب کی بنا پر نہیں کر رہے ہیں بلکہ اس بصیرت کی بنا پر جو اللہ تعالیٰ اپنے عام بندوں کو عطا فرماتا ہے ایسا کہہ رہے ہیں۔ لیکن ہم کہے دیتے ہیں کہ مرزا نظام احمد کی "الہامی" پیشینگوئیاں اور مرزا بشیر الدین محمود کی "رویائی" تعبیریں تو غلط ہو سکتی ہیں لیکن ہمارا یہ پیش اندازہ حرف بحرف صحیح ثابت ہو کر رہے گا کہ "مرزائیت" مسلمانان پاکستان کو بھاری تکالیف اور بہت آزما آلام میں مبتلا کر کے رہے گی۔ ان تکالیف و آلام سے بچنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ مرزائیت کی حدود ابھی سے متعین کر دی جائیں۔ اور مرزائیوں کی تنظیم پر سرکاری اور غیر سرکاری حیثیت سے کڑی نگاہ رکھی جائے، ورنہ اس طرف سے غافل رہنے کا خمیازہ مسلمانوں کو بھاری نقصانات کی صورت میں بھگتنا پڑے گا۔ وما علینا الا البلاغ۔

حرف مطلب: اقسام باسابق میں ہم نے "مرزائیت" کا جو تجزیہ کیا ہے اس کا لب لباب بصورت ذیل بیان کیا جاسکتا ہے۔

۱۔۔۔۔۔ مرزائی مسلمانوں سے الگ ایک اور قوم ہیں جس کا بنیادی اعتقاد ہی نقطہ مرزا نظام احمد قادمانی کی نبوت و رسالت پر ایمان لانا ہے۔ لیکن یہ قوم دنیوی فوائد حاصل کرنے کے لئے بوقت ضرورت اپنے آپ کو مسلمانوں ہی کے متعدد ان فرقوں میں سے ایک فرقہ ظاہر کرنے لگتی ہے جو فروعی اختلافات کے باعث بن چلے ہیں۔

۲۔۔۔۔۔ دین مرزائیت کے پیرو مسلمانوں کی دینی اور فنی اصطلاحات ان کے صحیح معنی کے علاوہ اپنے اکابر کیلئے بالاحرار استعمال کر کے دین اسلام اور عامۃ المسلمین کی غیرت کا استہزام کرتے ہیں اور اس طرح مسلسل اشتعال انگیزی کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔ مرزا نظام احمد کے لئے "صلوٰۃ و سلام" مرزا کے ساتھیوں کو "صحابہ کرام" کا لقب دے کر ان کے لئے

"ظہور" کی دعا کا استعمال۔ مرزا کی بیویوں کیلئے "امہات المؤمنین" کا لقب، مرزا کی بیٹی کے لئے "سیدۃ النساء" کا لقب، اپنے پیشوا کیلئے "امیر المؤمنین" کا لقب اور مرزائیوں کے متوازی نظام حکومت کے لئے "خلافت" کی اصطلاح بلا تکلف استعمال کر رہے ہیں۔ ان کی یہ حرکتیں پاکستان کی مسلمان اکثریت کے لئے ناقابل برداشت ہیں اور ان کے استعمال پر مرزائیوں کا اسرار ایک قسم کی شرارت ہے جو فساد انگیزی کی نیت سے مسلسل کی جا رہی ہے۔

۳۔ پاکستان کی اسلامی مملکت کے متعلق مرزائیوں کی ذہنیت مفشوش ہے۔ وہ اکلند ہندوستان کو "امہیت" کے فروغ کے لئے خدا کی دی ہوئی وسیع جس گھنے پر مجبور ہیں۔ اور پاکستان کی حمایت محض منافقت کے انداز میں کر رہے ہیں۔ قادیان حاصل کرنے کی خاطر وہ بھارت کی حکومت سے ہر قسم کا سودا کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور اس مقصد کی خاطر پاکستان کے ہر مفاد کو بیکہ خود پاکستان کو بھی قربان کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔

۴۔ مرزائیت کے دینی اور دنیوی مقاصد حاصل کرنے کے لئے انہوں نے ایسی تنظیم استوار کر رکھی ہے۔ جو صریح طور پر پاکستان کے نظام حکومت کے مقابلے میں مرزائیوں کا متوازی نظام حکومت بن چکی ہے۔

۵۔ پاکستانی سرکار کے مرزائی ملازم اپنے آپ کو پاکستان کے نظام حکومت کا تابع فرمان نہیں سمجھتے۔ بلکہ اپنے "امیر المؤمنین" کی حکومت کا تابع خیال کرتے ہیں۔ ان کی یہ ذہنیت پاکستان کے تھنکے کے لئے بدرجہ نایت خطرناک ہے۔

یہ وہ کیفیات ہیں جن کے موجود ہونے سے کسی کو خواہ وہ کتنا بڑا مرزائی یا ان کا دوست یا ان کا تنخواہ دار ہو، مجال انکار نہیں ہو سکتی اور ان کی کیفیات کی طرف مسلمانوں کے

دینی عالم، سیاسی مفکر، واعظ، خطیب اور مقرر نیز مسلمانوں کے اخبارات، گم و بیش توجہ مبذول کرتے رہے ہیں۔ لیکن پاکستان کے ادباً حکومت و قیادت کو دینی حیثیت کے ان گفتوں اور سیاسی نوعیت کی ان شرارتوں کی طرف توجہ مبذول کرنے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ جو پاکستان کے فرمنوں کے لئے برقی خرمین کی طرح پرورش پارہی ہے۔ ان کیفیات و خطرات سے پاکستان کو بچانے کی ایک صورت تو یہ ہے کہ مرزائی جماعت کے لوگ اپنی دینی پوزیشن اور اپنے سیاسی عزائم پر از سر نو غور کریں اور ان تمام لغو باتوں کو جو انہوں نے انگریزوں کے عہد میں مسلمانوں کے دینی عقائد کی تخریب اور ان کی دنیوی حیثیتوں کو نقصان پہنچانے کی نیت سے انگریزوں ہی کی مش پر اختیار کر رکھی تھیں۔ خود ہی ترک کر کے مسلمان بن جائیں اور مرزا نظام احمد قادیانی اور مرزا بشیر الدین محمود کی ساری خرافات کو دریاے چناب کے پانی میں بہا دیں، جس کے کنارے وہ اپنا نیا مرکز "ربوہ" کے نام سے تعمیر کر رہے ہیں۔ مرزائے قادیانی کی افواہات و اہیہ کو برقرار رکھتے ہوئے حسب ضرورت، حسب موقع ان کی توجہیں اور تاملیں کرنے سے یہ گھٹی سمجھ نہیں سکتی۔ اگر وہ رشد و ہدایت کی سیدھی راہ اختیار کرنے کے خواہاں ہیں تو انہیں اپنے پرانے قصے انگریزی حکومت کے اقتدار کے ساتھ اسی جگہ دفن کر دینے چاہئیں۔ جہاں زمانے کی رفتار نے انگریزوں کا اقتدار دفن کر دیا ہے۔ کیونکہ "مرزائیت" کا ذہنی گمانی کی خاطر چایا گیا تھا اور انہی کے حکم و ایما سے رچایا گیا تھا۔ لیکن اگر اللہ نے ان کے دلوں، ان کی آنکھوں اور کانوں پر مہریں لگا دیں ہیں اور وہ مرزا نظام احمد قادیانی کو انگریز کی سیاست کے بجائے اللہ کا بیجا ہوا اور رسول مسیح، مہدی، کرشن اور نہ جانے کیا کیا ماننے پر مصر و مقرر بنا ضروری سمجھتے ہیں، تو انہیں اپنے آپ کو مسلمانوں میں کا ایک فرقہ ظاہر کرنے کی تہمتیں کوششیں یک قلم ترک کر دینی چاہئیں اور

اپنے آپ کو مسلمانوں سے الگ قوم مرزا غلام احمد قادیانی کو اللہ کا رسول ماننے والی ایک قوم قرار دے لینا چاہئے۔ اس صورت میں وہ "مرزائی" کہلائیں یا "احمدی"۔ لیکن ان کو مسلمانوں کی دینی اور ملی مصطلحات استعمال کرنے کا وسیعہ خود ہی ترک کر دینا چاہئے۔ مسلمانوں کی دینی و ملی اصطلاحوں کے بجائے وہ اپنی ہی اصطلاحیں وضع کر لیں اور مرزا کے لئے "علیہ الصلوٰۃ والسلام" اور اس کی بیویوں کے لئے "اہبات المؤمنین" اس کے ساتھیوں کے لئے "صحابہ کرام" اور اس کی بیٹی کیلئے "سیدۃ النساء" اور اس کے متعلقین کیلئے "رضی اللہ عنہ" کی قبیل کے القاب اور دعائیں استعمال کر کے اسلام کی روایات سے تعقب و استہزاء نہ کیا کریں۔ اس طرح مسلمانوں کے دل دکھا کر انہیں اشتعال نہ دلائیں۔ اس کے ساتھ ہی مرزائیوں کو اپنی وہ بدرجہ غایت بری عادت بھی ترک کرنی پڑے گی، جو انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے کارخانہ نبوت کو صحیح اور ممکن ثابت کرنے کے لئے انبیاء کرام اور صلحاء عظام پر حمد اللہ علیہم کی توہین کی صورت میں اپنے اندر راسخ کر رکھی ہے۔

ایک غیر مسلم قوم بن کر مرزائی لوگ اپنے دین کی تبلیغ اور اپنے دنیوی اور سیاسی حقوق کے تحفظ کیلئے پاکستان کی مسلم اکثریت سے ایسے تحفظ حاصل کر سکتے ہیں جو ان کیلئے ضروری ہوں اور جو ملک کی دوسری غیر مسلم اقلیتوں کو حاصل ہوں۔ لیکن انہیں اپنی ایسی حرکات سے باز آنا پڑے گا جو مسلمانوں کی اکثریت اور پاکستان کی دوسری اقلیتوں کی دل آزاری کا موجب ہیں۔ مرزائیوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ انہی سے اپنی دینی اور دنیوی حیثیت پر اصرار نہ فرمائیں کیونکہ پاکستان میں انہیں مسلمانوں کے دین سے استہزاء اور تعلق کرنے اور ان کی دل آزاریاں کر کے ان کے کلیجے چھلنی کرنے کا وہ لائسنس نہیں ملے گا انہیں ملنا جو انہیں پچھلے دور کی انگریزی حکومت کے عہد میں حاصل رہا ہے۔

تتمہ کلام

راقم الحروف کا خیال تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے اہل موموں اور مرزا بشیر الدین محمود کے روڈیاؤں کے علی الرغم پاکستان کے بن جانے کے بعد اور مرزائیوں کو پاکستان کے سوا اور کسی جگہ جائے پناہ نہ ملنے کے بعد مرزائی دین کے پیرو خود ہی دین حقہ اسلام اور مسند مسلمہ کے متعلق اپنی بیہودہ اور از سر تا پا نفو بلکہ شرارت افروز فتنہ پرور روش پر خود ہی غور کر کے ماہل بہ اصلاح ہو جائیں گے اور سوچ لیں گے کہ پاکستان کی جمہوری اسلامی مملکت میں بود و باش رکھنے کیلئے ان کو ضروری ہے کہ دینی اور سیاسی حیثیت کی فساد آرائیوں کا وسیعہ ترک کر دیں لیکن مرزائیوں نے بدلے ہوئے حالات میں اپنے مقام موقف اور مستقبل پر تنبیہ کی کے ساتھ غور کرنے کے بجائے پاکستان میں آ کر اپنی مسند انہ سرگرمیاں تیز کر دیں۔ اپنے آپ کو پاکستان کا حکمران بنا لینے کے خواب دیکھنے لگے۔ نجات کے فرنگی گورنر سرفرائس سوڈی نے انہیں پاکستان میں اپنا نیا مرکز بنانے کے لئے کوڑیوں کے مول سرکاری زمین دے دی۔ مسلمان مہاجرین کے لئے اس قسم کی کوئی گنجائش آج تک نہیں نکالی گئی۔ الاٹ منوں کے سلسلے میں ابتدائی دور میں جو امداد صبر چھا، اس سے مرزائی افراد نے خوب ہی فائدہ اٹھایا اور مرزائیوں کو اچھے اچھے مکان، اچھے اچھے کارخانے، عمدہ باغات اور بڑی بڑی دکانیں بنا جائے طریقوں سے الاٹ کر دیں۔

چودھری ظفر اللہ خاں کو وزیر خارجہ بنا لیا گیا، تو مرزائیوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے اور وہ سمجھنے لگے کہ پاکستان تو ان کیلئے اور ان کے "امیر المؤمنین" بننے کے لئے بنایا گیا ہے۔ مسلمانوں کو تو خدا نے محض ان کے طفیل اور انہی کے صدقے میں اس لئے بچایا ہے کہ وہ مرزائیوں کے محکوم بن جائیں اور مرزائیت کے فروغ اور ترقی کے لئے نفاذ کا کام دیں۔

”عامۃ المسلمین“ کو اور پاکستان کی حکومت کو غافل اور دوسرے معاملات میں الجھا ہوا دیکھ کر مرزائیوں نے اپنے اس متوازی نظام حکومت کو مستحکم بنانے کا عمل شروع کر دیا جو انہوں نے کسی قدر مظاہر اور کسی قدر مخفی طور پر قائم کر رکھا ہے، جسے ہم دلائل ساٹھہ و ہراہن قاطعہ سے اوپر ثابت کر آئے ہیں۔ اگر مرزائی اپنی تنظیمی اور جنگی طاقت کی آزمائش کرنے کے لئے سیالکوٹ کا وہ جیلیفی جیلہ منعقد کرتے جس میں چند اصلاح کی مرزائی جمعیتیں مسلح ہو کر اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کی پوری تیاری کر کے حتیٰ کہ زخمیوں کی مرہم پٹی تک کا انتظام کر کے شامل ہوتی تھیں تو یہ لوگ اندر ہی اندر اپنا کام کرتے رہتے اور مسلمانوں کے اخبارات کی توجہ چند دن اور اس قبتہ کی طرف منعطف نہ ہوتی جو پاکستان کے اندر پاکستان کی تخریب کرنے کے لئے پرورش پا رہا ہے۔ مرزائیوں کا سرکاری گزٹ ”الفضل“ اس حقیقت کو تسلیم کر چکا ہے کہ اگر سیالکوٹ کے دفاع و حفاظت سے کام لیتے اور مرزائیوں کے قتل آرائی کے ارادوں کے پیش نظر پولیس کی جمعیت کا انتظام نہ کر لیتے تو مرزائی مسلمانوں کی ایسی سرکوبی کر دیتے کہ مرزائیت کی مخالفت کے دروازے ہمیشہ کے لیے بند ہو جاتے۔

قصہ مختصر سیالکوٹ کے ہنگامے نے جو ۱۵ جنوری کو رونما ہوا۔ ہمیں اس امر کی ضرورت کا احساس دلا دیا کہ مرزائیوں کی سرگرمیوں اور ان کے ارادوں کا پوری طرح جائزہ لیں اور حسن ظن میں ہتما نہ رہیں کہ مرزائیوں نے خود ہی اپنے آپ کو سدھارنے کی ضرورت محسوس کرنی ہوگی۔ اس جائزہ کے نتائج ہم نے دلائل و شواہد کے ساتھ گزشتہ نو قسطوں میں عامۃ المسلمین کی خدمت میں پیش کر دیے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ پاکستان کے مستقبل کو آنے والے خطرات سے محفوظ رکھنے کیلئے ضروری ہے کہ مرزائی خود ہی اپنے مقام اور موقف کی تعیین و تحدید کر لیں اور پاکستان کے وفادار، شریف اور امن پسند

باشعروں کی طرح اس کے سایہ عاطفت میں زندگی بسر کرتے رہیں ایسا کرنے کی دو واضح صورتیں ہم ”قسط نمبر ۹“ میں پیش کر چکے ہیں۔ مرزائیوں کو ان دونوں صورتوں پر اچھی طرح غور کر کے اپنے مستقبل کی روش کا فیصلہ کر لینا چاہئے۔ اگر وہ ایسا کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتے اور اپنے مسلک پر جو مسلمانوں کے لئے بدرجہٴ غایت، اول آزار، اشتعال انگیز اور ناقابل برداشت ہے، اصرار کرنے کے خواہاں ہیں تو ”عامۃ المسلمین“ کو چاہئے کہ وہ مملکت پاکستان کو آنے والے خطروں اور فتنوں سے بچانے کے لئے ابھی سے ہوشیار ہو جائیں اور دستور ساز اسمبلی کی وساطت سے ان امور کا فیصلہ کرانے کیلئے آواز بلند کریں جو دینی اور سیاسی حیثیت سے مسلمانوں اور مرزائیوں کے درمیان موضوع بحث و جدال ہیں مسلمانوں کو اس امر پر غصہ سے دل وہ مانع اور پوری سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا چاہئے کہ وہ :

۱..... کسی غیر مسلم اقلیت کو کس حد تک اس امر کی اجازت دے سکتے ہیں کہ وہ انھیائے کرام علیہم السلام کی توہین کے ارتکاب کو اپنا حق سمجھے۔

۲..... حضرت ختمی مرتبت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے مرتبہ فتم المرسل و سید المرسلین ہونے کا صریح انکار کرنے کے باوجود مسلمان کہلائے، نہ صرف مسلمان کہلائے بلکہ اس کی بنا پر تمام مسلمانوں کو کافر قرار دے۔

۳..... مسلمانوں کی دینی اور فنی اصطلاحات کو جو امت مسلمہ کے ساڑھے تیرہ سو سال کے عمل سے تخصیص کا مقام حاصل کر چکی ہیں اپنے اکابر کے لئے استعمال کرتی رہے۔ مثلاً مرزا قلام احمد قادیانی کیلئے ”علیہ الصلوٰۃ والسلام“۔ مرزا کے ساتھیوں کے لیے ”صحابہ“ اور ”صحابہ“۔ مرزا کی بیوی کے لیے ”ام المؤمنین“ مرزا کی بیٹی کے لیے ”سیدۃ النساء“ اپنے دینی اور دنیوی پیشوا کے لیے ”خلیفہ“ اور ”امیر المؤمنین“ اور اپنے نظام حکومت کے لئے

”خلافت“ کی اصطلاحیں باانکلف استعمال کریں۔

مرزائیوں کی یہ حرکات نہ صرف دین حق اسلام اور امت مسلمہ کی مقدس روایات سے ایک کھلا ہوا تعلق و استہزاء ہیں، بلکہ ملٹا چالیں کروڑ مسلمانان عالم کے وجود کی نفی کر رہی ہیں۔ ہر مسلمان کو اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر اپنے دل سے پوچھنا چاہئے کہ وہ کس حد تک مرزائیوں کی ان فتویٰ کو برداشت کر سکتا ہے۔ اگر مسلمان رواداری، فیاضی، مصلحت یا مسابقت سے مرزائیوں کو اپنی یہ فتویٰ جاری رکھنے کا حق دینے کے لئے تیار ہیں تو انہیں یا تو مرزائی ہو جانا چاہئے یا اپنے آپ کو مسلمان کہلانا چھوڑ دینا چاہئے۔ کیونکہ ”مصلحت“ کا وہ سرمایہ جو دین اسلام اور امت مسلمہ سے محض تھا، مرزائیوں اور صرف مرزائیوں کی ملکیت بن چکا ہے اور اس سرقہ اور ڈاکا کا ٹوٹا نہ لینے کے معنی یہ ہیں کہ ہم اسے عملاً صحیح تسلیم کر رہے ہیں۔

مسلمانوں کے علمائے دین اور ارباب فکر و قیادت کو چاہئے کہ وہ ان شطوط کی روشنی میں جو ہم نے اس سلسلہ مضامین میں بیان کر دیئے ہیں۔ مرزائیت کے مقام اور مستقبل پر پوری طرح غور کر کے دستور ساز اسمبلی کی رہنمائی کے لئے اپنے مطالبات کا ایک نقشہ تیار کر لیں۔ اور اس نقشہ کو جامہ عمل پہنانے کے لئے کوشاں ہو جائیں، مگر وہ ایسا کرنے کے لیے تیار نہیں تو ہم اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عصر حاضر کے غفلت شعرا مسلمانوں کے حال پر رحم کرے۔ اور انہیں دینی اور نبوی فتن سے آگاہ ہونے کے لئے صحیح بصیرت عطا فرمائے۔

ضمیمہ

مرزائیوں کے سرکار گزرت ”الفضل“ کو شکایت ہے کہ ہم نے اس سلسلہ مضامین میں گورداسپور کے سیشن جج کے فیصلے سے جو حوالے دیئے ہیں انہیں اہل پر جناب ہائی کورٹ کا ایک انگریز جج ”جسٹس کولڈسٹریم“ مسترد کر چکا ہے۔ غلطی نہ رہے کہ جسٹس کولڈسٹریم نے اپنے فیصلے میں سیشن جج گورداسپور کے بعض ریمارکس کو صرف غیر متعلقہ قرار دیا تھا، ان کی صحت و عدم صحت کے متعلق کسی قسم کی رائے ظاہر نہیں کی، سیشن جج کے ریمارک ان شہادتوں پر مبنی ہیں، جو مقدمہ کے دوران میں اس کے سامنے پیش کی گئی۔

وما علينا الا البلاغ واخبر دعوتنا ان الحمد لله رب العلمین

مرتنی احمد خاں میش

”پاکستان کا وجود عارضی ہے“

مرزا بشیر الدین محمود کا الہامی عقیدہ

”ہم نے افروزی کی اشاعت میں ملتان سے موصول شدہ ایک اشتہار کا تذکرہ کرتے ہوئے پاکستان کی مرزائی اقلیت کے پیشوا اور سپاہی لیڈر مرزا بشیر الدین محمود کی ایک ”عرفانی“ گفتگو کا پر دو چاک کرتے ہوئے لکھا تھا کہ اپریل ۱۹۴۷ء کے آغاز میں اس شخص نے اپنے پیروں میں اس امر کی تلقین کی تھی کہ ”مرزائیوں کے خدا نے اکھنڈ ہندوستان کو مرزائیت کے فروغ کے لئے جس کے طور پر منتخب کر رکھا ہے۔ لہذا ہندوستان کو اکھنڈ رکھنے کی کوشش کرنا ہر مرزائی کا مذہبی فریضہ ہے۔“

مسلمان جو پاکستان بنانے کی کوشش کر رہے ہیں، انفریق پسند ہیں۔ اگر وہ

پلاکت کے اس گزٹھے یعنی پاکستان میں گرنے کے ارادہ سے باز نہ آئے تو مرزائیوں کو بھی اپنی کھوپڑی بچانے کے لئے عارضی طور پر ان کا ساتھ دینا چاہئے۔ مرزا بشیر الدین محمود کی یہ "عرفانی" گفتگو جو ۵ اپریل ۱۹۳۷ء کے "الفضل" میں شائع ہوئی اور اب اشتہارات کی صورت میں مرزائی جماعت کے لوگوں میں پائی جا رہی ہے۔ پاکستان کے متعلق اس جماعت کے لوگوں کی منافقانہ ذہنیت کا ایک کھلا ثبوت ہے، یہ گفتگو ظاہر کرتی ہے کہ مرزائی جماعت کے لوگ اپنے مذہبی عقیدہ کی رو سے اکھنڈ ہندوستان کو مرزائیت کے فروغ کیلئے نہیں تصور کرتے ہیں اور اس میں کسی کو قائم رکھنے کی کوشش کرنا اپنا مذہبی فریضہ خیال کرتے ہیں، پاکستان کے وجود کو محض عارضی سمجھتے ہیں اور پلاکت کا گڑھا خیال کرتے ہیں۔ پاکستان میں وہ محض بدامیر مجبوری (عارضی طور پر) پناہ لے رہے ہیں۔ کیونکہ مسلمانوں کی افتراق پسندی نے اکھنڈ ہندوستان کے وجود کا خاتمہ کر دیا اور مرزائیوں کو بھی مسلمانوں کے ساتھ یہ کیفیت جسے وہ عقیدۂ عارضی سمجھتے ہیں، قبول کرنی پڑی۔

معاصر موقر "زمیندار" اور مرزائیوں کے اخبار "الفضل" کی تحریروں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس مضمون کے ٹریکٹ اور اشتہارات جہان کے علاوہ اٹکل پور اور گوجرانوالہ میں بھی پھرتے گئے ہیں۔ مرزائیوں کا اخبار "الفضل" یہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ ان اشتہادوں اور ٹریکٹوں کو چھاپنے اور نشر کرنے والے لوگ احمدی یعنی مرزائی نہیں بلکہ احراری ہیں۔ جو مرزائیوں کو بدنام کرنے کے لئے ایسا کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی "الفضل" مرزا بشیر الدین محمود کی کسی ساہتہ تقریر یا تحریر کے ایک فقرہ کو اچھال کر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ اپریل ۱۹۳۷ء میں اکھنڈ ہندوستان کو "احمدیت" کے فروغ کے لئے اللہ کا دیا ہوا ایسا فیصلہ قرار دینے والا اور اسے قائم رکھنے کی کوشش کو مرزائیوں کے لئے مذہبی فرض قرار دینے والا بشیر الدین محمود واقعات کی رفتار کو بھانپ کر مئی ۱۹۳۷ء میں یہ

کہنے لگا تھا کہ: "ہم پاکستان کی حمایت اس لئے کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا جائز حق ہے۔ اور وہ انہیں ملنا چاہئے۔ اور اگر حق کی تائید میں ہمیں پچاسی پر بھی لڑنا دیا جائے تو یہ ہمارے لئے موجب راحت ہوگا۔"

مرزائی جماعت کے پیشواؤں اور مستندوں کی الہامی اور عرفانی گفتگو میں بلاشبہ بھان مٹی کا سا پائلا ہوتی ہیں۔ جن سے بوقت ضرورت ہر قسم کی چیز نکالی جاتی ہے اور مرزا بشیر الدین محمود بھی اپنے باپ کی طرح اپنے خوابوں، رویوں اور الہاموں کی تعبیر و تفسیر بیان کرتے وقت اس بات کی خاص احتیاط کر لیتا ہے کہ اس کا مطلب یوں بھی ہو سکتا ہے اور یوں بھی کھل سکتا ہے اور عام طور پر کہہ دیتا ہے کہ یہ "میرا خواب" یا "میرا خیال" ہے اور "منہ پر بھی" ہو سکتا ہے، اس لئے ہم "الفضل" اور دوسرے مرزائیوں کے اس استدلال سے مطمئن نہیں ہو سکتے کہ مرزا بشیر الدین کے بیانات میں ایسے فقرے بھی موجود ہیں جو پاکستان کے حق میں ہے۔ بلکہ ایسی متضاد باتیں جن سے اکھنڈ ہندوستان اور پاکستان دونوں کی حمایت کے پہلو نکلنے ہیں۔ ہمارے اس دعوئی کی صحت کا ایک اور روشن ثبوت ہے کہ پاکستان کے متعلق مرزائی جماعت کے پیشوا کی ذہنیت اور روش منافقانہ ہے جس سے پاکستان کی حکومت اور پاکستان کے عوام کو ہر وقت ہوشیار رہنا چاہیے۔ باقی رہا "الفضل" یا لائیکل پور اور گوجرانوالہ کی مقامی مرزائی جماعتوں کے سیکریٹریوں کا یہ دعوئی کہ محمولہ بالا اشتہار اور ٹریکٹ مرزائیوں کی طرف سے نہیں۔ بلکہ احراریوں کی طرف سے مرزائیوں کو بدنام کرنے کے لئے شائع کئے جا رہے ہیں۔ اس کے متعلق ہمیں تحقیق و تفتیش کے طریقوں میں پڑنے کی ضرورت نہیں، ہو سکتا ہے کہ احراری مرزا بشیر الدین محمود کی اس "عرفانی" گفتگو کو نشر کر رہے ہوں تاکہ مسلمان عوام پر مرزائیوں کی منافقانہ روش ظاہر ہو جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ خود مرزائی جماعت کے لیڈر اپنی جماعت کو اپنے پیشوا کی بنیادی تلقین یا دہلانے کے لئے اور ان کے دلوں اور دماغوں میں یہ عقیدہ قائم رکھنے کیلئے اس حرکت کا ارتکاب کر رہے ہوں کہ

مرزائیوں کے خدا نے اکھنڈ ہندوستان کو مرزائیت کے فروغ کے لئے نہیں بنایا تھا جو مسلمانوں کی افتراق پسندی نے ختم کر دیا۔ لیکن مرزائیوں کو اپنے خدا کی بات پوری کرنے کیلئے ہندوستان کو پھر اکھنڈ بنانے کی کوششیں جاری رکھنی چاہئیں اور یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ان کا پیشوا آغاز اپریل کی "ایک عرفانی" مجلس میں اس امر کا اعلان کر چکا ہے کہ اگر مسلمان پاکستان بنانے میں کامیاب ہو بھی گئے تو "یہ کیفیت عارضی ہوگی"۔

یہ سوال اتنا اہم نہیں کہ مرزائیوں کے اس بنیادی مذہبی عقیدہ کی اشاعت کہ اکھنڈ ہندوستان خدا کی طرف سے "احمدیت" کے فروغ کے لئے نہیں بنایا جا چکا ہے اور پاکستان کا قیام ایک عارضی کیف ہے۔ مرزائی کر رہے ہیں یا احراری کر رہے ہیں۔ اہم سوال یہ ہے کہ پاکستان اور اکھنڈ ہندوستان کے متعلق مرزائیوں کے بنیادی، مذہبی عقائد حقیقتاً کیا ہیں؟ وہ عقائد مرزا بشیر الدین کی اس "عرفانی" گفتگو سے ظاہر ہیں، جو ۱۵، اپریل ۱۹۴۷ء کے "الفضل" میں چھپ چکی ہے اور اب اشتہاروں اور ٹریکنوں کی شکل میں چھاپ چھاپ کر نشر کی جا رہی ہے۔ اکھنڈ ہندوستان کو "احمدیت" کے فروغ کیلئے خدا کا دیا ہوا نہیں سمجھئے اور پاکستان کے وجود کو عارضی کیفیت قرار دینے کے متعلق نہ تو "الفضل" کو کچھ کہنے کی توفیق حاصل ہوئی ہے، نہ مرزا بشیر الدین محمود نے اپنی اس "عرفانی" گفتگو کی کوئی نئی تفسیر یا تاویل کرنے کی ضرورت محسوس کی ہے۔ پاکستان کے متعلق اس قسم کے خطرناک مذہبی عقائد رکھنے والی اقلیت کس حد تک اس تریجی سلوک کی مستحق ہے، جو پاکستان میں مرزائیوں کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔ ایسا اہم سوال ہے جس کا ہم پاکستان کی حکومت اور اس کے وفادار عوام سے حاصل کرنا چاہتے ہیں، لیکن سر دست انہیں اس سوال کا جواب دینے کیلئے آمادہ وائل نہیں پاتے۔

مولانا رضی احمد خاں میاں